مَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيۡرًا يُّفَقِّهۡهُ فِى الدِّيۡنِ (الحديث)

(جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے)

اسلامیات

آٹھویں جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

ناشر

گابا سنز اُردو بازار، کراچی۔

جملہ حقوق بحق سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو محفوظ ہیں

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو
منظور شدہ: صوبائی محکمہ تعلیم وخواندگی، حکومت سندھ
بمراسلہ نمبر: ایس او(جی-آئی) ای اینڈ ایل/کریکیولم 2014 کراچی-
گورنمنٹ آف سندھ ایجوکیشن اینڈ لٹریسی ڈپارٹمنٹ-مؤرخہ 7 دسمبر 2016
صوبائی کمیٹی برائے جائزہ کتب ڈائریکٹوریٹ آف کریکیولم، اسیسمنٹ اینڈ ریسرچ سندھ،
جام شورو کی تصحیح شدہ بطور واحد اسلامیات کی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ

نگرانِ اعلیٰ: پرویز احمد بلوچ (چیئرمین سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ)

نگران: ☆ محمد محسن مختار

مصنّف: پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد رند

ایڈیٹرز: ☆ مفتی محمد الیاس زکریا میمن
☆ پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی
☆ پروفیسر ڈاکٹر ثناءاللہ بھٹو
☆ پروفیسر ڈاکٹر عزیز الرحمٰن سیفی

صوبائی جائزہ کمیٹی

☆ پروفیسر ڈاکٹر ثناءُاللہ بھٹو ☆ پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورائی ☆ عبدالحکیم پٹھان
☆ پروفیسر عطا محمد ڈیتھو ☆ پروفیسر محمد ابراہیم برڑو

کمپوزنگ وِلے آؤٹ ڈزائننگ: ☆ اسداللہ بھٹو ☆ نور محمد سمیجو
مطبع: پنجاب پرنٹنگ پریس، کراچی۔

فہرستِ مضامین

صفحہ	عنوان

باب اوّل: القرآن الکریم

(الف) ناظرہ قرآن: پارہ نمبر: ۲۱تا۳۰ (دس پارے) ۲

(ب) حِفظِ قرآن: سُوْرَۃُ الْعَادِیَاتِ، سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ، سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ ۳

(ج) حفظ و ترجمہ سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاحِ - آیَۃُ الْکُرْسِیّ ۴

باب دوم: ایمانیات اور عبادات

(الف) ایمانیات: عقیدہ آخرت اور تعمیرِ سیرت میں اس کا کردار ۷

(ب) عبادات: ۱۳

(۱) روزہ: فضیلت اور معاشرتی اثرات ۱۳

(۲) حج اور اس کی عالمگیریت ۱۸

باب سوم: سیرت طیّبہ

۱- خلق عظیم ۲۵

۲- صبر و تحمل ۳۰

۳- اخلاص و تقویٰ ۳۶

۴- عدل و احسان ۴۱

۵- حسن معاشرت ۴۶

۶- اندازِ گفتگو ۵۱

۷- گھریلو زندگی ۵۵

باب چہارم: اَخلاق و آداب

۱-	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	٦١
۲-	کسبِ حلال	٦٧
۳-	کاروبار میں دیانت	٧٢
۴-	نظم وضبط اور قانون کا احترام	٧٧
۵-	اتحادِ ملّی	٨٢
٦-	حقوق العباد (یتیم، بیوہ، معذور اور مسافر)	٨٨

باب پنجم: ہدایت کے سر چشمے / مشاہیرِ اسلام

۱-	حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا	٩٦
۲-	محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ	۱٠۱
۳-	بو علی ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ	۱٠٨
۴-	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۳
	فرہنگ	۱۱٨

باب اول — القرآن الکریم

تعارف

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب ہے، جو آخری پیغمبر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ (ترجمہ: حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کے آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمت اور سلامتی ہو۔) پر تیئیس سال کے عرصے میں آہستہ آہستہ کرکے نازل کی گئی۔ اس میں تیس پارے اور ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ نزولِ قرآن کا مقصد انسان کو زندگی گزارنے کا ایسا راستہ بتانا ہے جس پر عمل کرکے وہ دنیا اور آخرت میں باعزت اور کامیاب زندگی گزار سکیں۔ اس کا یاد کرنا بہت بڑی عبادت اور اس کی تلاوت کرنے میں بہت بڑا اجر اور ثواب ہے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ارشاد کے مطابق قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس پر عمل کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور دونوں جہانوں کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اس باب میں دیے گئے قرآن مجید کے دس پاروں (۲۱ تا ۳۰) کو ناظرہ تجوید کے ساتھ پڑھایا جائے گا اور چند سورتوں (سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ، سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ، سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ) کو حفظ کرایا جائے گا۔ اس کے علاوہ (سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاح اور آيَةُ الْكُرْسِي) کو ترجمے سمیت یاد کرایا جائے گا۔

مقاصد

اس باب میں دیے گئے نصابی مواد کا اصل مقصد یہ ہے کہ طلباء و طالبات قرآن مجید کو نماز اور روز مرہ کی زندگی میں صحیح تلفظ کے ساتھ اور درست انداز میں پڑھ سکیں، کچھ حصہ یاد کر سکیں اور کچھ حصے کا ترجمہ پڑھ سکیں تاکہ ان میں رفتہ رفتہ قرآن مجید میں غور و فکر کرنے، عمل کرنے اور قرآن مجید کی تبلیغ کرنے کا جذبہ بیدار ہو سکے۔ ساتھ ساتھ ان میں قرآن فہمی کا جذبہ ابھارنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

(الف) ناظرہ قرآن: ۲۱ تا ۳۰ (دس پارے)

(۲۱) اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ (۲۲) وَمَنْ یَّقْنُتْ (۲۳) وَمَالِیَ (۲۴) فَمَنْ اَظْلَمُ
(۲۵) اِلَیْهِ یُرَدُّ (۲۶) حٰمٓ (۲۷) قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (۲۸) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ
(۲۹) تَبٰرَكَ الَّذِیْ (۳۰) عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ

حاصلاتِ تعلّم

قرآن مجید کے اس حصے کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ناظرہ قرآن مجید درست انداز اور صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ کر سنا سکیں گے۔
- قرآن مجید کی منتخب سورتیں یاد کرکے بر زبان خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ سنا سکیں گے۔
- سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاح اور آیَةُ الْکُرْسِی بمع ترجمہ یاد سنا سکیں گے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ وطالبات کو پاروں کے نام یاد کروائے جائیں۔
- ناظرہ اور حفظ والے دونوں حصوں کا دورانِ سال امتحان لیا جائے اور سالانہ امتحان کے موقع پر زبانی امتحان لیا جائے۔ اس میں حاصل کردہ نمبر فہرستِ نتیجہ میں درج کیے جائیں۔
- اسلامیات کے کل سو نمبروں میں ناظرہ والے حصے کے لیے چالیس نمبر مقرر کیے گئے ہیں اور اسلامیات میں کامیاب ہونے کے لیے ناظرہ قرآن مجید میں کامیابی لازمی ہے۔

(ب) حفظِ قرآن: سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ ۔ سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ ۔ سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ

سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ
الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَ اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا
فِی الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّہُمْ بِہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾
کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ
یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾

سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ﴿۲﴾ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخْلَدَہٗ ۚ﴿۳﴾ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی
الْحُطَمَۃِ ۫ۖ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىکَ مَا الْحُطَمَۃُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَۃِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّہَا عَلَیْہِمْ
مُّؤْصَدَۃٌ ۙ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۹﴾

(ج) حفظ و ترجمہ:

سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

① اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤
فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝٦ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝٧ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨

ترجمہ: (اے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ) کیا ہم نے تمھارا سینہ کھول نہیں دیا؟۔ اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا۔ جس نے تمھاری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ اور تمھارا ذکر بلند کیا۔ ہاں (ہاں) مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی (بھی) ہے۔ تو جب فارغ ہوا کرو تو محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

آیَۃُ الْکُرْسِی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

② اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ
مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ
بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ
الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝٢٥٥

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، جو زندہ ہمیشہ رہنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے سفارش کر سکے، جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے اسے سب معلوم ہے، اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے۔ اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں، وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔

اس سبق سے معلوم ہوا کہ

- قرآن مجید کے دس پارے (۲۱ تا ۳۰) ناظرہ پڑھنا ضروری ہیں۔
- سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ، سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ اور سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ حفظ کرنا لازمی ہیں۔
- سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاح اور آيَةُ الْكُرْسِي باترجمہ یاد کرنا ضروری ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	
	• طلباء وطالبات میں سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاح اور آيَةُ الْكُرْسِي کی خوشخطی کا مقابلہ کروایا جائے۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) سبق میں ذکر کیے ہوئے دس پاروں میں سے کن بھی دو پاروں کے نام بتائیں۔

(۲) سبق میں دی ہوئیں حفظ والی سورتوں میں سے دو سورتوں کے نام بتائیں۔

(۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ترجمہ بتائیں۔

ہدایات برائے اساتذہ

- قرآن مجید کے یہ دس پارے طلبہ وطالبات کو ناظرہ تجوید سے پڑھائے جائیں۔
- طلبہ وطالبات کے تجوید یعنی صحیح تلفظ، درست انداز اور قواعد پر خصوصی توجہ دی جائے۔
- طلبہ وطالبات کو حفظ اور حفظ وترجمہ والی منتخب سورتیں اور آيَةُ الْكُرْسِي بر زبان یاد کرانے کی کوشش کی جائے اور ہر ایک شاگرد سے یاد سنی جائے۔
- طلبہ وطالبات کو سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاح اور آيَةُ الْكُرْسِي کا ترجمہ بورڈ پر لکھ کر سمجھایا جائے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

(الف) ایمانیات

عقیدۂ آخرت اور تعمیرِ سیرت میں اس کا کردار

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عقیدۂ آخرت کے مفہوم سے آگاہ ہو کر اسے بیان کر سکیں گے۔
- عقیدۂ آخرت کی اہمیت سمجھ سکیں گے۔
- عقیدۂ آخرت کے تعمیری سیرت پر مرتب ہونے والے مثبت اثرات جان کر وضاحت کر سکیں گے۔

عقیدۂ آخرت کا مفہوم: عقیدہ کے لفظی معنی ہیں کسی چیز پر پختہ یقین رکھنا۔ آخرت کے معنی ہیں بعد والی زندگی۔ عقیدۂ آخرت سے مراد ہے ایسی زندگی پر پختہ یقین رکھنا جو اِس دنیا کی زندگی کے بعد آنے والی ہے۔

عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک دن اللہ تعالیٰ اس دنیا اور اس کی تمام مخلوقات کو فنا کر دے گا۔ اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور مردے قبروں میں سے زندہ ہو کر اور سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے ۔ تمام لوگوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں جو کچھ اعمال کیے ہیں ان کا پورا نامۂ اعمال اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور ہر شخص کے اچھے یا برے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ جس کی بھلائیاں برائیوں سے زیادہ وزنی ہوں گی، اس کو بخش دیا جائے گا اور جس کی برائی کا پلہ بھاری رہے گا، اسے سزا دی جائے گی۔ جن لوگوں کی بخشش ہو جائے گی وہ جنت میں جائیں گے، جو بے شمار نعمتوں کی جگہ ہے۔ اس میں انسان جو کچھ چاہے گا وہ اسے ملے گا۔ جن کو سزا دی جائے گی وہ دوزخ میں جائیں گے، جو طرح طرح کے عذاب کی جگہ ہے۔

عقیدۂ آخرت کی اہمیت: عقیدۂ آخرت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس طرح آخری پیغمبر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے عقیدۂ آخرت کی تعلیم دی ہے اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(٦-٧ : [illegible])

“[illegible]”

[illegible]:

“[illegible]” – ([illegible] : ١٧[illegible])

[illegible]:

[illegible]

[illegible] ([illegible] : [illegible])

[illegible]:

[illegible]

۳۔ صبر و تحمل: یہ عقیدہ انسان میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا کرتا ہے کیوں کہ ایک مؤمن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ حق کی خاطر جو تکلیف آتی ہے اسے برداشت کرنے سے آخرت میں اجر ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰)

ترجمہ: جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔

۴۔ سخاوت و فیاضی: آخرت پر پختہ یقین انسان کو سخی و فیاض بھی بنا دیتا ہے۔ اس لئے کہ مؤمن کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے آخرت میں اس کا بہترین اجر ملے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”اور جو بھلائی اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پالو گے“۔ (البقرہ: ۱۱۰)

اس لیے سخی شخص سماج کے نادار لوگوں کے لیے اور سماج کی اجتماعی بھلائی کے لیے اپنے ہاتھوں کو کھلا رکھتا ہے۔

۵۔ احساسِ ذمہ داری: اس عقیدے کی وجہ سے انسان میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس عقیدے کو ماننے والے کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ فرض کو ادا کرنے سے آخرت میں اجر ملے گا اور فرض میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے آخرت میں بازپرس ہوگی۔ جیسا کہ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

”تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا“۔

اس لیے وہ ذمہ داری کے احساس کے ساتھ اپنے فرائض کو سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، جس کے مطابق ایک دن یہ دنیا فنا ہو جائے گی پھر اسے دوبارہ قائم کیا جائے گا۔ جس میں انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس دن ان کے اعمال کا وزن ہوگا۔ جن کے نیک اعمال زیادہ ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جن کے برے اعمال زیادہ ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے۔
- عقیدۂ آخرت مؤمن کی سیرت کی تعمیر میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ عقیدہ نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت، بہادری و شجاعت، صبر و تحمل اور سخاوت و فیاضی کی صفات پیدا کرتا ہے اور انسان کو مکمل طور پر ایک ذمہ دار شخص بنا دیتا ہے۔

اس سبق سے ہمیں پیغام ملا کہ مسلمان کو ہر وقت جزا و سزا کا تصور سامنے رکھتے ہوئے اپنے رب کی خوشنودی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات	
	• طلبہ و طالبات عقیدۂ آخرت کا مفہوم ایک دوسرے کو سنائیں۔ • عقیدۂ آخرت کے بارے میں سبق میں دی ہوئی آیات میں سے ایک آیت باترجمہ یاد کرکے اپنے استاد کو سنائیں۔ • عقیدۂ آخرت کے متعلق قرآن مجید سے دو آیتیں تلاش کرکے اپنے استاد کو دکھائیں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) عقیدہ کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(۲) عقیدۂ آخرت سے کیا مراد ہے؟

(۳) عقیدۂ آخرت کی اہمیت کے متعلق کسی بھی ایک آیت کا ترجمہ تحریر کریں۔

(۴) عقیدۂ آخرت انسانی سیرت پر جو اثرات ڈالتا ہے ان میں سے کوئی بھی ایک بیان کریں۔

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اللہ تعالیٰ اس دنیا اور اس کی تمام .... کو فنا کردے گا۔

(۲) آخرت میں ہر انسان کا پورا .... اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

(۳) آخرت پر یقین رکھنے والے کا ایمان ہوتا ہے کہ فرض کو ادا کرنے سے .... میں اجر ملے گا۔

(۴) عقیدۂ آخرت .... کو مکمل طور پر ذمہ دار شخص بنا دیتا ہے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) عقیدۂ آخرت کی تعلیم دی:

(الف) صرف حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے
(ب) صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
(ج) صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
(د) تمام انبیاء علیہم السلام نے

(۲) قیامت کے دن اچھے اور برے اعمال کا وزن کیا جائے گا:

(الف) صرف کفار کا
(ب) صرف مسلمانوں کا
(ج) صرف منافقین کا
(د) تمام انسانوں کا

(۳) عقیدۂ آخرت انسان کو احساس دلاتا ہے:

(الف) اپنے بڑے ہونے کا
(ب) اپنے حقیر ہونے کا
(ج) اپنے ذمہ دار ہونے کا
(د) اپنے کامیاب ہونے کا

(۴) آخرت پر ایمان لانا صفت ہے:

(الف) صرف عقلمندوں کی
(ب) صرف علماء کی
(ج) صرف کفار کی
(د) ہدایت یافتہ اور کامیاب لوگوں کی

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔		
۲- جہنم نعمتوں کی جگہ ہے۔		
۳- آخرت کی زندگی عارضی ہوگی۔		
۴- ہر شخص سے اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔		

۵- جملے کو درست کرنے کے لیے صحیح لفظ کا انتخاب کریں۔

(۱) عقیدۂ کے لفظی معنی ہیں کسی چیز پر **(یقین/شک)** رکھنا۔

(۲) جن لوگوں کی بخشش ہو جائے گی وہ **(جنت/جہنم)** میں جائیں گے۔

(۳) قیامت کے دن اعمال کے مطابق اسے جزا/سزا ملے گی تو وہ نیکی سے **(محبت/نفرت)** کرنے لگتا ہے۔

(۴) آخرت کا عقیدہ انسان کو **(سخی/بخیل)** بھی بنا دیتا ہے۔

(۵) آخرت کا عقیدہ انسان میں **(صبر و تحمل/غصہ)** کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات میں فکرِ آخرت پیدا کرنے اور ان کی تعمیرِ سیرت کے لیے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زندگی کے واقعات اس انداز سے سنائیں کہ عقیدۂ آخرت کی فکر ان کی زندگی کا حصہ بن جائے۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ/طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - قیامت کا مطلب۔
  - موت کے بعد زندگی کا تصور۔
  - ابدی فوز وفلاح کا دار ومدار کن چیزوں پر ہے۔
  - عقیدۂ آخرت سے تعمیر سیرت (عبادت میں شوق۔ضوابط و اخلاق کی پابندی۔ مایوسی کا ختم ہونا۔ صبر واستقامت۔ حبّ دنیا سے نجات)

(ب) عبادات

(ا) روزہ: فضیلت اور معاشرتی اثرات

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- روزہ کا مفہوم سمجھ کر اسے بیان کر سکیں گے۔
- روزہ کی فضیلت لکھ سکیں گے۔
- روزہ کے معاشرتی اثرات بیان کر سکیں گے۔

روزہ کا مفہوم: روزہ کے لئے عربی زبان میں "صَوم" یا "صِیَام" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں کسی کام سے رک جانا۔ اسلامی شریعت میں روزہ سے مراد ہے صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رک جانا۔

روزہ کی فضیلت: روزہ اسلام کا ایک رکن اور اہم عبادت ہے جو سن دو ہجری میں فرض ہوا۔ رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ روزہ بھی نماز اور زکوٰۃ کی طرح نہ صرف حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی امت پر، بلکہ اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی جتنی امتیں گزری ہیں ان سب پر فرض تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝١٨٣

(البقرہ: ۱۸۳)

ترجمہ: مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت صرف بیماروں، مسافروں اور معذوروں کو دی گئی ہے۔ لیکن وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ

جیسے ہی بیماری، سفر یا عذر ختم ہوگا تو انھیں چھوڑے ہوئے روزے قضا کرنا لازم ہوں گے۔

روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ہمارے نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کیے جائیں گے"۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اپنی عاجزی و بندگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ روزہ میں انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کھا پی بھی نہیں سکتا۔ روزہ انسان میں تقویٰ وپرہیزگاری کی صفت اور ضبطِ نفس یعنی اپنے آپ پر قابو پانے کی قوت وصلاحیت پیدا کرتا ہے۔

روزہ کے معاشرتی اثرات: اگرچہ روزہ ایک انفرادی عمل ہے، لیکن جیسے نماز باجماعت پڑھنے سے اجتماعی عمل بن جاتا ہے اسی طرح روزہ بھی ایک مقرر مہینے میں رکھنے سے اجتماعی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اس لیے اس کے معاشرے پر کئی گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- **تقویٰ اور پاکیزگی کی فضا کا پیدا ہونا:** رمضان میں چوں کہ تقریباً ہر مسلمان روزہ رکھتا ہے ساتھ ہی باجماعت نماز ادا کرتا ہے، صدقہ خیرات اور دیگر نیک کام کرتا ہے جس سے نیکی کی ایسی فضا قائم ہو جاتی ہے جس میں نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں اور برائیاں قابو میں رہتی ہیں۔
- **ہمدردی و غمخواری کے جذبے کا پیدا ہونا:** رمضان کے مہینے میں چوں کہ ہر امیر و غریب تقریباً روزے رکھتا ہے اس لیے بھوک وپیاس برداشت کرنے سے امیروں کے دلوں میں غریبوں کے لئے جذبۂ ہمدردی و غمخواری پیدا ہوتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:
  "رمضان کا مہینہ ہمدردی وغمخواری کا مہینہ ہے"۔
- **انسانی مساوات کا عملی مظاہرہ:** روزہ انسانوں میں مساوات کے شعور کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بناتا ہے۔ اس مہینے میں امیر وغریب، حاکم و محکوم، عام وخاص تقریباً تمام مسلمان ایک ہی حالت میں گزارتے ہیں۔ سب کے چہروں پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اپنی محکومیت واضح نظر آتی ہے۔ یہ صورتحال ان میں برابری اور مساوات کا احساس پیدا کرتی ہے اور اونچ نیچ کے تصور کو ختم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

• روزہ کے معنی رک جانے کے ہیں۔ • روزہ سے مراد ہے صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رک جانا۔ • روزہ اسلام کا ایک رکن اور اہم عبادت

ہے جس کی بہت اہمیت وفضیلت ہے۔ • روزہ امیروں کے دلوں میں غریبوں کے لیے محبت، ہمدردی، خیر خواہی و غمخواری کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ • روزہ مساوات واتحاد کا جذبہ ابھارتا ہے۔

اس سبق سے پیغام ملا کہ ان سب باتوں پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ روزہ ہمارے ہی فائدے کے لیے ہے۔ ہمیں بھوکا اور پیاسا رکھنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس نے ہماری بھلائی ہی کے لیے ہم پر روزے فرض کیے ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	• طلبہ وطالبات روزہ کا مفہوم اور اس کی فضیلت ایک دوسرے کو سنائیں۔ • روزہ کی فضیلت کے بارے میں ایک آیت اور ایک حدیث باترجمہ خوش خط لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(ا) روزہ کے لیے عربی زبان میں کون سا لفظ استعمال ہوتا ہے؟

(۲) روزہ سے مراد کیا ہے؟

(۳) روزہ کس سن ہجری میں فرض ہوا؟

(۴) روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(ا) مؤمنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم .... بنو۔

(۲) روزہ ہر عاقل و .... مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

(۳) حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

رمضان کا مہینہ .... وغمخواری کا مہینہ ہے ۔

(۴) روزہ سن .... ہجری میں فرض ہوا۔

(۵) روزہ انسان میں .... یعنی اپنے آپ پر قابو پانے کی قوت وصلاحیت پیدا کرتا ہے۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) سن دو ہجری میں فرض ہوا ہے:

(الف) نماز (ب) روزہ (ج) زکوٰۃ (د) حج

(۲) روزہ فرض ہے:

(الف) ہر انسان پر (ب) مردوں پر

(ج) عورتوں پر (د) ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر

(۳) روزے رکھنا فرض ہیں:

(الف) محرم کے مہینے میں (ب) شعبان کے مہینے میں

(ج) رمضان کے مہینے میں (د) صفر کے مہینے میں

(۴) روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے:

(الف) محنت کشوں کو (ب) ملازمین کو (ج) عورتوں کو (د) بیماروں اور مسافروں کو

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ روزہ اسلام کا ایک رکن ہے۔		
۲۔ روزہ غیر عاقل پر فرض کیا گیا ہے۔		
۳۔ روزہ انسانی مساوات کے شعور کو مضبوط بناتا ہے۔		
۴۔ روزے رجب کے مہینے میں فرض کیے گئے ہیں۔		
۵۔ روزہ انسان میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اپنی عاجزی و بندگی کا احساس پیدا کرتا ہے۔		

۵- جملے کو درست کرنے کے لیے صحیح لفظ کا انتخاب کریں۔

(۱) روزہ کے لیے عربی زبان میں **(صوم/صبر)** کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(۲) روزہ **(سنہ ۲ھ / سنہ ۹ھ)** میں فرض ہوا۔

(۳) حدیث کے مطابق رمضان کے روزہ رکھنے سے **(پہلے/پچھلے)** تمام گناہ معاف کیے جائیں گے ۔

(۴) روزہ کا وقت **(صبح صادق / طلوع آفتاب)** سے لے کر غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔

(۵) روزہ انسان میں **(ضبط نفس/ آزاد نفس)** کی صلاحیتیں پیدا کرتا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- روزہ کی فضیلت کے سلسلے میں طلبہ وطالبات کے درمیان کمرہ جماعت میں ایک تقریری مقابلہ کا اہتمام کریں۔
- روزہ کے معاشرتی اثرات پر مضمون نویسی کا مقابلہ کروایا جائے۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ وطالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - روزہ فرض عبادت کے مقصد کا تصور۔
  - روزہ میں غریبوں سے ہمدردی اور مالی مدد کا درس۔
  - روزہ سے جسمانی صحت پر اثرات۔
  - روزہ کی بدولت تقویٰ کی فضیلت۔
  - روزہ کے مسائل۔
  - روزہ کے معاشرتی اثرات (تقویٰ، ہمدردی و غمخواری، مساوات، سخاوت، باہمی اتحاد)

(۲) حج اور اس کی عالمگیریت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حج کا مفہوم جان کر بیان کر سکیں گے۔
- حج کی اہمیت وفضیلت کو جان کر وضاحت کر سکیں گے۔
- مناسک حج سمجھ کر تشریح کر سکیں گے۔
- حج کی عالمگیریت (عالمگیر فوائد) سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔

حج کا مفہوم: حج کے لفظی معنی زیارت کا ارادہ کرنا۔ قصد کرنا کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں حج سے مراد یہ ہے کہ "مقرر وقت میں مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کا طواف کرنا اور دوسرے مقاماتِ مقدسہ میں حاضر ہو کر مناسکِ حج ادا کرنا"۔

حج کی اہمیت وفضیلت: حج اسلام کا ایک رکن اور اہم عبادت ہے۔ حج سن نو ہجری میں فرض ہوا۔ حج زندگی میں ایک مرتبہ ہر اس عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ (آل عمران: ۹۷)

ترجمہ: ”اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے وہ اس کا حج کرے“۔

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، اس سے زیادہ مرتبہ حج کرنا نفل ہے“۔

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے بارے میں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”جس شخص کو کسی واقعی ضرورت یا ظالم حکمران یا بیماری نے نہ روکا ہو پھر بھی وہ بغیر حج کیے فوت ہو گیا ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔

حج جامع العبادات: حج ایک ایسی عبادت ہے جو بہت ساری عبادتوں کی جامع ہے۔ نماز و روزہ بدنی عبادتیں ہیں اور زکوۃ مالی عبادت ہے، لیکن حج میں نماز و روزہ کی طرح ارکانِ حج ادا کرکے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے جسمانی تکلیف بھی اٹھائی جاتی ہے، تو اس میں زکوۃ کی طرح مال بھی خرچ کیا جاتا ہے۔ جس طرح بندہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی و انکساری پیش کرتا ہے اور دعاؤں میں گڑگڑاتا ہے اسی طرح حاجی اپنا عمدہ لباس چھوڑ کر اور احرام کی دو چادریں اوڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرتا ہے اور ہر وقت لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ (میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں) اور دعا و التجا میں مصروف رہتا ہے۔

مناسکِ حج: حج کے موسم میں مسلمان دنیا کے کونے کونے سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ جب وہ میقات (احرام باندھنے کی خاص جگہ) تک پہنچتے ہیں تو مرد اپنا قومی و ثقافتی لباس اتار کر دو سفید چادریں اوڑھ لیتے ہیں جبکہ خواتین اپنے لباس میں ہی حج کی نیت کرکے یہ دعا پڑھتے ہیں جس کو تلبیہ کہا جاتا ہے:

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ

حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں میں تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں، بیشک تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں اور ساری بادشاہت تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ۔

حجاج کرام آٹھ ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ کے مقام پر پہنچتے ہیں اور ۹ ذی الحجہ کی صبح کو میدانِ عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ جہاں دوپہر کے وقت کا خطبہ سنتے ہیں اور وہاں ظہر و عصر کی نماز اکٹھے پڑھتے ہیں۔ سورج غروب ہونے کے بعد میدان عرفات کو چھوڑ کر مقام مزدلفہ میں جمع ہوتے ہیں اور رات وہاں ٹھہرتے ہیں اور مغرب و عشاء کی دو نمازیں اکٹھے پڑھتے ہیں۔ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو جمرۂ عقبہ کو کنکریاں مارتے ہیں، پھر قربانی کرتے ہیں اور حلق یا قصر کرواتے ہیں۔ پھر بیت اللہ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور طواف زیارت کرنے کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

سعی کے بعد ایامِ تشریق کے تینوں دن منیٰ میں رہتے ہوئے باجماعت قصر نماز ادا کرتے ہیں اور زوال کے بعد تینوں جمرات پر سات سات عدد کنکریاں مارتے ہیں۔ اس کے بعد منیٰ سے مکہ آ کر طوافِ وداع کر کے واپس لوٹتے ہیں۔

حج کی عالمگیریت: جس طرح پانچ وقتی نماز محلے کے مسلمانوں کو مسجد میں اکٹھا کرتی ہے اور ہفتہ وار نمازِ جمعہ شہر کے مسلمانوں کو جامع مسجد میں اکٹھا کرتی ہے اور عیدین کے سالانہ اجتماع ملک کے بڑے بڑے شہروں میں مسلمانوں کو اکٹھا کرتے ہیں تاکہ ان میں اخوت، اتفاق واتحاد پیدا ہو، اسی طرح حج ایک ایسا عالمگیر سالانہ اجتماع ہے جس میں دنیا کے کونے کونے سے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان کے رنگ مختلف، ان کی زبانیں مختلف، ان کی نسلیں مختلف ان کے وطن مختلف ہوتے ہیں لیکن وہ اپنے سارے امتیازات بھلا کر ایک ہی لباس احرام میں ایک ہی برادری کا منظر پیش کرتے ہیں اور عالمی اخوت واتحاد کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں ۔ اور اسی طرح حج مسلمانوں کی عالمی اخوت واتحاد کا ایسا منظر پیش کرتا ہے جو کسی اور عبادت میں نظر نہیں آتا۔ حج انسانی مساوات کی عالمگیر صورت پیش کرتا ہے اور تمام امتیازات کو مٹا دیتا ہے۔

اسی طرح حج مسلمانوں کو ایک دوسرے سے علمی استفادے کے عالمگیر مواقع بھی فراہم کرتا ہے اور حج عالمگیر تجارتی نفع حاصل کرنے کے لیے بھی راہ ہموار کرتا ہے۔ دنیا بھر کی تہذیبوں، زبانوں اور تمدن سے متعارف کرواتا ہے، اس سے تجارتی فوائد تو حاصل ہوتی ہیں تاہم اس کے روحانی فوائد زیادہ ہیں۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- حج کے لفظی معنی قصد وارادہ کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں مقرر وقت میں مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کے طواف کرنے اور دیگر مقاماتِ مقدسہ میں حاضر ہو کر کچھ اعمال بجا لانے کا نام ہے۔
- حج اسلام کا ایک رکن اور اہم عبادت ہے۔ حج زندگی میں ایک مرتبہ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔
- حج ایک عالمگیر اور اہم عبادت ہے، جو پوری دنیا کے مسلمانوں کے باہمی اتفاق واتحاد کا اہم ذریعہ ہے۔

اس سبق سے ہمیں پیغام ملا کہ حج ایک ایسی عالمگیر عبادت ہے جو دنیا کے مسلمانوں میں باہمی اخوت واتحاد کا اہم ذریعہ ہے اور عالمی انسانی مساوات کا منظر پیش کرتی ہے۔ دنیائے جہان کے لوگوں کی تہذیبوں، زبانوں اور ثقافتوں سے متعارف کراتی ہے، اور بین الاقوامی تجارت سے نفع حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے اور روحانی فوائد ان کے علاوہ ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	
	• طلبہ وطالبات حج کا مفہوم ومراد اور اس کی عالمگیریت ایک دوسرے کو سنائیں۔ • حج کی اہمیت کے بارے میں ایک مختصر مضمون لکھ کر اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔ • مناسک حج کے مقامات کی تصاویر جمع کر کے خوبصورت البم بنائیں۔

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حج کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(۲) شریعت میں حج سے کیا مراد ہے؟

(۳) حج کن مسلمانوں پر فرض ہے؟

(۴) مِیقات سے کیا مراد ہے؟

(۵) حج جامع العبادات ہے۔ تحریر کریں

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حج سن .... ہجری میں فرض ہوا۔

(۲) حج میں .... کا طواف کیا جاتا ہے۔

(۳) مقامِ .... میں جمرات کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

(۴) مقامِ .... میں مغرب اور عشاء کی دو نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔

(۵) حج زندگی میں .... مرتبہ فرض ہے۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) عالمگیر سالانہ اجتماع ہوتا ہے:

(الف) نماز میں (ب) روزہ میں (ج) زکوٰۃ میں (د) حج میں

(۲) حج فرض ہے:

(الف) ہر انسان پر (ب) مسلمان نوجوانوں پر

(ج) مسلمان عورتوں پر (د) ہر اس مسلمان پر جو اس کی استطاعت رکھتا ہو

(۳) حج زندگی میں فرض ہے:

(الف) ایک مرتبہ　　(ب) دو مرتبہ

(ج) تین مرتبہ　　(د) ہر سال

(۴) ظہر و عصر کی دو نمازیں امامِ حج کے پیچھے اکٹھے پڑھی جاتی ہیں:

(الف) منیٰ میں　　(ب) عرفات میں

(ج) مزدلفہ میں　　(د) مکہ مکرمہ میں

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- حج ایک عالمگیر عبادت ہے۔		
۲- حج صرف ایک مالی عبادت ہے۔		
۳- حج مسلمانوں کے باہمی اتفاق و اتحاد اور انسانی مساوات کے اظہار کا ایک اہم ذریعہ ہے۔		
۴- حج مسلمانوں کو اپنی ہر چیز اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا درس نہیں دیتا		
۵- حج بین الاقوامی تجارت سے نفع حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔		

۵- مندرجہ ذیل الفاظ کی مختصر تعریف لکھیں

(۱) میقات..

(۲) احرام..

(۳) طواف..

(۴) تلبیہ..

٦- جملے کو درست کرنے کے لیے صحیح لفظ کا انتخاب کریں۔

(۱) حج کے لفظی معنی **(ارادہ/زیارت)** کے ہیں۔

(۲) حج زندگی میں ایک مرتبہ **(فرض/نفل)** ہے۔

(۳) حدیث میں ہے کہ جس شخص نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا تو وہ **(مسلمان/یہودی)** ہو کر مرا۔

(۴) حج ایک ایسی عالمگیر عبادت ہے جو دنیا میں مسلمانوں میں باہمی **(اتحاد/اختلاف)** کا ذریعہ ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- مناسکِ حج کی ادائیگی کا خلاصہ طلبہ وطالبات کو سمجھائیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ وطالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:

❖ حج سے کیا مراد ہے۔ میقات، احرام، تلبیہ، عمرہ، بیت اللہ، طواف، مقام ابراہیم، صفا، مروہ، سعی، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، رمی الجمار، قربانی، حج اور بین الاقوامی تعلقات۔

باب سوم

سیرتِ طیّبہ

تعارف

"سیرت" کے لفظی معنی طریقہ، راستہ، طرزِ زندگی یا زندگی گزارنے کا اُسلوب کے ہیں۔ اور طیبہ کے معنی پاکیزہ کے ہیں۔ "سیرتِ طیبہ" سے مراد سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا طرزِ زندگی ہے جو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے تمام زندگی میں اختیار فرمایا تھا۔ حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی زندگی اور اس کا طرزِ عمل چوں کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے اس لیے اسے پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: تمھارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: "اور جو کچھ تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو"۔ (الحشر:۷)

حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرت ویسے تو بڑی جامع اور ہمہ گیر ہے جس میں بندے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق، بندوں کے آپس میں تعلق، سیاسی، سماجی اور معاشی حوالے سے ہدایات ہیں جو انسانیت کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں، لیکن اس باب میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ سے وہ چند پہلو دیے گئے ہیں جو انسانی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جیسے خلقِ عظیم، صبر و تحمل، اخلاص و تقویٰ، عدل و احسان، حسنِ معاشرت، اندازِ گفتگو اور گھریلو زندگی۔

مقاصد

اس باب میں جو عنوانات دیے گئے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ / طالبات کے ذہنوں میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ سے محبت پیدا کی جائے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرت طیبہ کے کچھ روشن پہلوؤں سے انھیں آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اپنی زندگی میں ان پر عمل کر کے اچھے مسلمان بن سکیں۔

۱۔ خُلُقِ عظیم

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- خلقِ عظیم کے مفہوم کو جان کر اس کا مطلب بیان کر سکیں گے۔
- سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے خلقِ عظیم (رحمت و شفقت) کی مختلف مثالیں پیش کر سکیں گے۔
- حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے خلقِ عظیم کا اتباع کر کے اچھے مسلمان اور نیک سیرت شہری بن سکیں گے۔

خُلُقِ عظیم کا مفہوم:

خلقِ عظیم، انسانی اخلاق کے اعلیٰ درجے کو کہا جاتا ہے۔ اخلاق انسان کی زینت ہیں۔ جو شخص جتنا بلند اخلاق والا ہوگا معاشرے میں اتنا ہی قابلِ قدر اور قابلِ اعتماد ہوگا اور اتنی ہی اس کی بات سنی جائے گی اور اس کی پیروی کی جائے گی۔ دینی دعوت دینے والے کے لیے عمدہ اخلاق کا مالک ہونا بے حد ضروری ہے۔ یہی سبب ہے کہ آخری پیغمبر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ دین کے داعی ہونے کے ساتھ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اخلاقی لحاظ سے کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ میں موجود نہ ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۴)

ترجمہ: اور یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو۔

حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اعلیٰ اخلاق کے کچھ نمونے:

رحمت و شفقت: نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نہایت رحیم و شفیق تھے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے زندگی میں ذاتی انتقام کے لیے کبھی بھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا نہ کسی مرد یا عورت پر اور نہ کسی بچے یا غلام پر۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی عالمگیر رحمت و شفقت سے مومن، کافر، منافق، عورت، بچے، غلام، جانور سب بہرہ ور ہوئے۔

غیرمسلموں پر رحمت وشفقت: غیر مسلموں پرحضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی شفقت ورحمت اس طرح تھی کہ ان کی اذیتوں پر ان سے انتقام نہ لیتے، ان پر قحط آتا تو ان کے حق میں بارش کی دعا کرتے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ان کی مالی امداد کرتے۔ لڑائی میں ان پر فتح پاتے تو ان سے رحیمانہ سلوک فرماتے۔

منافقین پر رحمت وشفقت: مدینہ منورہ میں منافق لوگ بھی رہتے تھے۔ لیکن نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ان کو جاننے کے باوجود بھی ان کا پردہ فاش نہ فرماتے اور ان سے انتقام نہ لیتے۔مسلمانوں کے ساتھ ان کو بھی مالی اور دنیاوی فائدے میں شامل فرماتے۔

عورتوں پر رحمت وشفقت: حضورِاکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے عورت معاشرے کے سب سے زیادہ مظلوم طبقے میں شامل تھی۔ وہ کمزور اور حقیر تصور کی جاتی ۔ اس کے ساتھ ہرقسم کا غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے عورت کو معاشرے میں باوقار مقام عطا فرمایا۔ اس کے یہاں بیٹی، بیوی اور بہن کی صورت ہیں۔حقوق مقرر کرکے اس کو ہر طرح کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہیں۔

بچوں پر رحمت وشفقت: حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بچوں پر رحمت وشفقت اور ان کے ساتھ پیار مثالی تھا۔ کوئی صحابیہ یا صحابی اپنا بچہ لے کر آتے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اسے اپنی گود میں بٹھا لیتے اور اس سے پیار کرتے ۔ اس کے حق میں دعا فرماتے اور اس کے ساتھ اس کے دل بہلانے کی باتیں کرتے۔ ایک بار حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت حسن رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا بوسہ لیا۔ ایک اصحابی حضرت اقرع بن حابس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، وہ کہنے لگا: میرے دس بچے ہیں مگر میں نے کبھی بھی ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ

ترجمہ: ”جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا“۔

اسی طرح حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

”جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے“۔

جانوروں پر شفقت: حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت وشفقت انسانوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جانوروں کے ساتھ بھی رحمت وشفقت کا

معاملہ فرماتے تھے۔آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے روکا۔ لوگ کسی جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کیا کرتے تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے منع فرمایا۔ جانوروں پر سامان لاد کر کھڑا کرنے سے روکا۔

اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اس عالمگیر رحمت و شفقت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: اور اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

عفوو درگزر: عفوو درگزر اور لوگوں کے ساتھ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نرمی و حسن سلوک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اے پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ اور اگر تم تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔'' (آل عمران: ۱۵۹)

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- خلقِ عظیم کا مطلب اعلیٰ اخلاق ہے۔
- ہمارے پیارے نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔
- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے دوستوں، دشمنوں، چھوٹوں، بڑوں، انسانوں خواہ جانوروں سب سے حسنِ سلوک اور رحمت و شفقت کا رویہ رکھتے تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں بھی اسی بلند اخلاق کا درس دیا ہے۔

اس سبق سے ہمیں پیغام ملا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی اچھے اخلاق کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ چوں کہ ہم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے امتی ہیں اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلیٰ اخلاق کو اپنائیں اور معاشرے کے بہترین فرد ثابت ہوں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات	• طلبہ و طالبات خلقِ عظیم کا مفہوم ایک دوسرے کو سنائیں۔ • خلقِ عظیم کے متعلق دی ہوئی آیت خوش خط با ترجمہ لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔ • نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بچوں پر رحمت و شفقت کے کوئی بھی دو واقعات تلاش کر کے تحریر کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) قرآن مجید میں خلقِ عظیم کی صفت کس کے بارے میں بیان کی گئی ہے؟

(۲) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رحمت و شفقت سے کون کون بہرہ ور ہوا؟

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو کس کے لیے رحمت بنا کر بھیجا؟

(۴) قرآن مجید کی آیت "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" کا ترجمہ کیا ہے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) خلقِ عظیم انسانی اخلاق کے .... درجے کو کہا جاتا ہے۔

(۲) ایک بار حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت.......... رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا بوسہ لیا۔

(۳) اقرع بن حابس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بولا: میرے.......... بچے ہیں میں نے کبھی بھی ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا

(۴) جو شخص .... نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(۵) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جانوروں کے ساتھ بھی .... کا معاملہ فرماتے تھے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے:

(الف) کفار کے لیے　　(ب) مشرکین کے لیے
(ج) مؤمنین کے لیے　　(د) تمام جہانوں کے لیے

(۲) ایک بار حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے چھوٹے بچے کا بوسہ لیا وہ تھا:

(الف) حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ　　(ب) حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا
(ج) حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا　　(د) حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا

(۳) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشادِ گرامی: "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہیں" وہ ہے

(الف) مردوں کے لیے　(ب) عورتوں کے لیے　(ج) ہمسایوں کے لیے　(د) رشتہ داروں کے لیے

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ جو شخص رحم نہیں کرتا	عمدہ اخلاق کا مالک ہونا از حد ضروری ہے۔
۲۔ دینی دعوت دینے والے کے لیے	جانوروں کو آپس میں لڑانے سے روکا۔
۳۔ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے	جو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ میں نہ ہو۔
۴۔ اخلاقی لحاظ سے کوئی ایسی خوبی نہ تھی	اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

۵- مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) خلق عظیم ....

(۲) تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں ....

(۳) جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا ....

(۴) اے محمد (حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ)! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے ....

ہدایات برائے اساتذہ

- حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے خلق عظیم کے عنوان پر طلبہ و طالبات کے درمیان ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔
- رحمت و شفقت سے متعلق کچھ آیات و احادیث کا چارٹ کلاس روم میں آویزاں کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ رحمۃ للعالمین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا امت مسلمہ پر لطف و کرم۔
  - ❖ رحمۃ للعالمین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا عورتوں پر رحم و کرم۔
  - ❖ رحمۃ للعالمین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا خادموں کے ساتھ برتاؤ۔
  - ❖ رحمۃ للعالمین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا اسلام کے دشمنوں پر رحم و کرم۔

۲۔ صبر و تحمّل

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- صبر و تحمل کا مفہوم جان سکیں گے۔
- صبر وتحمل کی اہمیت وفضیلت سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عملی زندگی سے صبر وتحمل کی چند مثالیں پیش کر سکیں گے۔
- روزمرہ کی عملی زندگی میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کر سکیں گے۔

صبر و تحمّل کا مفہوم: صبر کے لفظی معنی اپنے آپ کو قابو میں رکھنے اور روکے رکھنے ہیں۔

تحمّل کے لفظی معنی بوجھ اٹھانے اور برداشت کرنے کے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں صبر و تحمل کا مقصد ہے کہ زندگی میں آنے والی تکالیف ومشکلات کو بردباری کے ساتھ برداشت کرنا اور پرسکون رہنا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے آنے والی تکالیف وپریشانیوں کو رضائے الٰہی کی خاطر برداشت کرنا بھی صبر و تحمل ہے۔

صبر کی اقسام: قرآن وسنت کی روشنی میں صبر کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

- انسانی زندگی میں آنے والی تکالیف ومشکلات کو بردباری کے ساتھ برداشت کرنا اور پرسکون رہنا۔ جزع فزع اور بےصبری کا اظہار نہ کرنا۔
- اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں کو چھوڑنے کی وجہ سے جو تکالیف ومشکلات پیش آتی ہیں انھیں برداشت کرنا۔
- راہِ حق میں آنے والی مصائب وپریشانیوں کو رضائے الٰہی کی خاطر خوش دلی کے ساتھ برداشت کرنا۔

مطلب یہ ہے کہ کفر، شرک، ظلم وستم کو روکنے کے لیے اور اسلام کے رحمت بھرے پیغام کی اشاعت کے لیے ہمیں جدوجہد کرنی چاہیے اور اس راہ میں جو تکالیف آئیں ان کو برداشت کرنے کا نام صبر و تحمل ہے۔

صبر و تحمّل کی اہمیت وفضیلت: اسلام میں صبر و تحمل کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والے لوگوں کے لیے بے حساب اجر کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (الزمر: ۱۰)

ترجمہ: ”جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا“۔

ایک روایت میں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ فرمایا کہ: ”مسلمان کو جو بھی مصیبت آتی ہے، خواہ تھکاوٹ ہو یا کوئی درد، پریشانی ہو یا کوئی فکر مندی، اذیت ہو یا کوئی غم، یہاں تک کہ ایک مسلمان کو جو کانٹا بھی لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی خطائیں مٹا دیتا ہے“۔

صبر و تحمل کی اس قدر اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ صبر و تحمل سے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں، بے چینی و گھبراہٹ سے نجات ملتی ہے، منزل تک رسائی آسان ہو جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ صبر و تحمل گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔ (البقرہ: ۱۵۳)

حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے صبر و تحمل کی کچھ مثالیں:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ذمے یہ اہم کام لگا دیا تھا کہ وہ اسلام کا پیغام عام کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں اور آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ سارا کام تقریباً تیئیس سال کے مختصر عرصے میں پورا کر لیا۔ اس کام کی تکمیل میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو ہر تکلیف سے دوچار ہونا پڑا۔ اہلِ مکہ کی طرف سے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو بہت ساری تکالیف دی گئیں، کبھی زبانی طعنہ زنی و بد کلامی کی گئی، تو کبھی راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھیوں کو اذیتیں دی گئیں۔ حضرت یاسر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور ان کی زوجہ حضرت بی بی سُمیّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ مشرکین مکہ نے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے معاشرتی قطع تعلق کیا، جس کی وجہ سے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ شعبِ ابی طالب میں تین سال تک محصور ہو کر رہ گئے۔ جہاں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو اپنے اہلِ خانہ، ہمدردوں اور پیروکاروں سمیت مختلف قسم کی تکالیف اور فاقہ کشی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان ساری تکالیف کے باوجود آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ان کے حق میں دعا کرتے رہے کہ:

”یا اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما، یہ نہیں جانتے“۔

حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ طائف میں دین کی تبلیغ کے لیے گئے تو وہاں کے سرداروں نے بجائے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی بات ماننے کے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی توہین کی اور لوگوں اور لڑکوں کو اکسایا، جنھوں نے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر آوازیں کسیں،

پتھر برسائے۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو زخمی کرکے لہولہان کر دیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے جوتے مبارک خون سے آلود ہو گئے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشکش بھی کی گئی کہ اگر آپ چاہیں تو ان کافروں کو تباہ کیا جائے مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے میرے اللہ! میری قوم کو لوگوں کو ہدایت دے۔ یہ مجھے نہیں جانتے۔

یہ احمد مجتبیٰ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے صبر و تحمل کا نتیجہ تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تیئیس سالہ مختصر جدوجہد کے نتیجے میں جزیرۂ عرب پر توحید کا سورج چمکنے لگا اور بت پرستی کا خاتمہ ہو گیا۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- صبر سے مراد ہے زندگی میں آنے والی تکالیف و مشکلات کو بردباری کے ساتھ برداشت کرنا اور پرسکون رہنا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی وجدوجہد کی راہ میں آنے والی تکالیف وپریشانیوں کو رضائے الٰہی کی خاطر برداشت کرنا بھی صبر و تحمل ہے۔
- اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ مصائب وآلام سے گھبرا کر نہ تنگ ہونا چاہیے اور نہ پیچھے ہٹنا چاہیے بلکہ حق پر جم کر رہنا چاہیے۔ مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا چاہیے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہر طرح کی تکالیف برداشت کرکے صبر و تحمل کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے صبر و تحمل اختیار کرنے والوں کے لیے دنیا میں کامیابی اور آخرت میں بے حساب اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس سبق سے ہمیں پیغام ملا کہ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ عظیم مقاصد کے حصول کے لیے صبر و تحمل لازمی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہر حالت میں اپنے پیارے نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے نقشِ قدم پر چلیں اور زندگی کے ہر میدان میں ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کرکے دین و دنیا میں کامیابی حاصل کریں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	• صبر و تحمل کے مفہوم اور ان کی اہمیت پر ایک مضمون لکھ کر اپنے معلم/ معلّمہ کو دکھائیں۔ • "ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ کہاں کہاں اور کس کس طرح صبر و تحمل کا مظاہرہ کر سکتے ہیں" پر تبادلہ خیال کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) شریعت کی اصطلاح میں صبر و تحمل کا مفہوم کیا ہے؟
(۲) صبر و تحمل کے بارے میں کسی آیت کا مفہوم لکھیں۔
(۳) صبر کی اقسام میں سے کوئی ایک قسم بیان کریں۔
(۴) کس صحابی اور صحابیہ رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ میں شہید کیا گیا؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) صبر کے لفظی معنی ہیں اپنے آپ کو .... میں رکھنا۔
(۲) زندگی میں آنے والی تکالیف و مشکلات کو .... کے ساتھ برداشت کرنا۔
(۳) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں درس ملتا ہے کہ عظیم مقاصد کے حصول کے لیے .... لازمی ہے۔
(۴) صبر و .... سے مشکلات آسانی ہو جاتی ہیں۔
(۵) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی .... سالہ مختصر جد و جہد کے نتیجے میں جزیرہ عرب پر توحید کا سورج چمکنے لگا۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) بیشک اللہ تعالیٰ ساتھ ہوتا ہے:

(الف) صبر کرنے والوں کے	(ب) جہاد کرنے والوں کے
(ج) نماز پڑھنے والوں کے	(د) حج کرنے والوں کے

(۲) طائف والوں نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو:

(الف) عزت واحترام سے رکھا (ب) نبی مان لیا
(ج) لہولہان کیا (د) کھانا کھلایا

(۳) اہلِ طائف کی ایذا رسانی پر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے بارے میں یہ دعا کی:

(الف) اے اللہ! ان لوگوں کو برباد کر (ب) اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔
(ج) اے اللہ! ان لوگوں کو آپس میں لڑا دے (د) اے اللہ! میری قوم کو قحط میں مبتلا کر

(۴) بے شک اللہ تعالیٰ ساتھ ہے:

(الف) صبر کرنے والوں کے (ب) نماز پڑھنے والوں کے
(ج) شکر کرنے والوں کے (د) روزہ رکھنے والوں کے

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- صبر و تحمل کا مفہوم ہے کہ کسی چیز کو برداشت نہ کرنا۔		
۲- حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے مکہ مکرمہ میں نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔		
۳- صبر و تحمل کرنے سے ثواب ملتا ہے۔		
۴- حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو مکہ مکرمہ میں شہید کیا گیا۔		
۵- دین کی سربلندی میں آنے والی تکالیف و پریشانیوں کو برداشت کرنا شکر کہلاتا ہے۔		

۵- کالم-ا کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-ا	کالم-۲
ا- صبر کے لفظی معنیٰ ہیں ۲- تحمل کے لفظی معنیٰ ہیں ۳- اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں ۴- جو صبر کرنے والے ہیں	بوجھ اٹھانا۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔ ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔ کے ساتھ ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے صبر و تحمل پر طلبہ وطالبات کے درمیان ایک تقریری مقابلہ کا اہتمام کریں۔
- اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ پر ایک صفحہ کا مضمون طلبہ سے تحریر کروائیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ وطالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ مؤمن اپنی زندگی میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کیوں کرتا ہے؟
  - ❖ اگر مصائب ومشکلات پر صبر و تحمل نہ کیا جائے تو انجام کیا ہوگا۔
  - ❖ صبر و تحمل کسے کہتے ہیں؟ صبر و تحمل کی اہمیت وفضیلت۔
  - ❖ مصائب ومشکلات پر صبر و تحمل۔

۳۔ اخلاص و تقویٰ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اخلاص و تقویٰ کا مفہوم جان سکیں گے۔
- اخلاص و تقویٰ کی اہمیت سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- اخلاص و تقویٰ پر عمل کرکے مخلص و متقی مسلمان اور اچھے شہری بن سکیں گے۔

اخلاص کا مفہوم: اخلاص کے لیے خلوص نیت کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اخلاص کے لفظی معنی خالص کرنے کے ہیں۔ خالص کا لفظ کسی ایسی چیز کے متعلق بولا جاتا ہے جو ملاوٹ سے پاک ہو۔ ”دین میں اخلاص“ کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان جو کام کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرے۔ کوئی ذاتی مفاد یا غرض اس سے وابستہ نہ ہو۔ جو آدمی اخلاص سے عمل یا کام کرتا ہے اسے مُخلِص کہا جاتا ہے۔

اخلاص کی اہمیت: اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت صرف اسی عمل کو ملتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے کیا گیا ہو۔ اس میں ریا اور مفاد کی آمیزش نہ ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (الزمر: ۲-۳)

”پس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کی عبادت کو خالص کرکے۔ دیکھو خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے زیبا ہے“۔

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

ترجمہ: ”تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے“۔

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمھاری شکلوں اور تمھارے اموال کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمھارے دلوں اور اعمال کے اخلاص کو دیکھتا ہے

دنیا میں مقبولیت بھی اس شخص کو ملتی ہے جو عوامی فلاح و بہبود اور انسانیت کی بھلائی کی نیت سے کوئی کام کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم جو بھی اچھا کام کریں اخلاص کے ساتھ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کریں۔ تاکہ ہم دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

تقویٰ

تقویٰ کا مفہوم: تقویٰ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ڈرنا، بچنا، پرہیز کرنا ہے۔ شریعت میں تقویٰ کے معنی دل کی پاکیزگی، خلوصِ نیت اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت و خشیت پیدا ہونے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس بات کا احساس وخوف پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میری ہر بات کو دیکھ رہا ہے، اگر میں نے اچھا عمل کیا تو وہ مجھے اچھا بدلہ عطا کرے گا اور اگر میں نے برا عمل کیا تو وہ مجھے سزا دے گا۔ اس خوف واحساس کے تحت وہ نیکی و پرہیزگاری کی روش اختیار کرے اور اپنے آپ کو برے انجام سے بچالے اور وہ کسی بھی کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی نافرمانی نہ کرے۔

تقویٰ کی اہمیت: اسلامی احکام کا خلاصہ اور مقصد صرف تقویٰ ہے۔ اسلام ہر عمل میں تقویٰ کی روح چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قربانی کا اصل مقصد حصولِ تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ (الاعراف: ۳۵)

ترجمہ: جو کوئی ڈرے اور نیک اعمال کرے تو ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

جنت اور اس کی ساری نعمتیں تقویٰ والوں کے لئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے“۔ (الطّور: ۱۷)

تقویٰ معیارِ فضیلت: اسلام میں تقویٰ کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے رنگ و نسل، زبان و وطن، حسب و نسب یا مال و منصب کو معیارِ فضیلت قرار دینے کی بجائے ”تقویٰ“ کو معیار فضیلت قرار دیا ہے، جو ساری نیکیوں کی جان ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات: ۱۳)

اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”بزرگی و شرافت تقویٰ کا نام ہے“۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے پکار کر فرمایا کہ: ”یاد رکھو! عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر، اور گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت و برتری نہیں۔ برتر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ تقویٰ ہے“۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کام کرے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے۔
- تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس بات کا احساس وخوف پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میری ہر بات کو دیکھ رہا ہے، اگر میں نے اچھا عمل کیا تو وہ مجھے اچھا بدلہ عطا کرے گا اور اگر میں نے برا عمل کیا تو وہ مجھے سزا دے گا۔
- اسلام میں اخلاص و تقویٰ کی بہت بڑی اہمیت ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق اعمال کی جزا و سزا، اور ان کی قدر و قیمت کا تعین ان کی ظاہری صورت پر نہیں ہوگا، بلکہ اس نیت کی بنا پر کیا جائے گا جس کے تحت یہ کام کیا گیا ہے۔
- تقویٰ کو سارے اسلامی احکام کا مقصود اور معیارِ فضیلت قرار دیا گیا ہے۔

اس سبق سے ہمیں یہ پیغام ملا کہ اخلاص و تقویٰ اخلاق کی بلندی کا آخری زینہ ہیں۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ جب ہم کسی کے ساتھ اچھا سلوک کریں یا کوئی نیکی کا کام کریں تو وہ اخلاص وتقویٰ کی وجہ سے اور صرف اس نیت سے کریں کہ ہمارا خالق اور پروردگار ہم سے راضی ہو۔ وہ ہم پر رحمت فرمائے اور اپنی ناراضگی و غضب سے ہمیں محفوظ رکھے۔ اسی صحیح نیت اور پرہیزگاری کے تحت کیے ہوئے کام کو دنیا میں مقبولیت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت نصیب ہوتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	• اخلاص و تقویٰ پر ایک آیت اور ایک حدیث باترجمہ لکھ کر اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) دین میں اخلاص کا کیا مطلب ہے؟

(۲) شریعت میں تقویٰ کے کیا معنی ہیں؟

(۳) اخلاص کے بارے میں کسی ایک حدیث کا مفہوم بیان کریں۔

(۴) تقویٰ کے بارے میں کسی بھی ایک آیت کا مفہوم بتائیں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) خالص کا لفظ کسی ایسی چیز کے متعلق بولا جاتا ہے جو............. سے پاک ہو۔

(۲) جو اخلاص سے کام لیتا ہے اسے.......... کہا جاتا ہے۔

(۳) اعمال کا دارومدار.......... پر ہے۔

(۴) بزرگی و شرافت............. کا نام ہے۔

(۵) اسلام نے معیارِ............. تقویٰ کو قرار دیا ہے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اسلامی احکام کا خلاصہ اور مقصد صرف:

(الف) خوف ہے (ب) تقویٰ ہے (ج) جدوجہد ہے (د) جنت ہے

(۲) نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات کے مطابق اعمال کی قدر و قیمت کا دارومدار ہے:

(الف) ایمان پر (ب) اخلاصِ نیت پر (ج) نماز پر (د) گناہوں سے پرہیز پر

(۳) انسان جو اعمال صالحہ کرے وہ:

(الف) جنت حاصل کرنے کے لیے (ب) منصب حاصل کرنے کے لیے
(ج) مال و دولت حاصل کرنے کے لیے (د) رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے

(۴) ہم نے تم کو مختلف خاندان اور قبیلوں میں صرف اس لیے بنایا کہ ایک دوسرے کو:

(الف) پہچان سکو (ب) احترام کرسکو (ج) مالی مدد کرسکو (د) تبلیغ کرسکو

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ شرفِ قبولیت صرف اسی عمل کو ملتا ہے	نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمھارے دلوں اور اعمال کے اخلاص کو دیکھتا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ تمھاری شکلوں اور تمھارے اموال کو	کوئی فضیلت و برتری نہیں۔
۳۔ عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر	قربانی وغیرہ کا اصل مقصد حصولِ تقویٰ کو قرار دیا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور	جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہو۔

۵۔ مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) اخلاص کے لفظی معنی ....

(۲) تقویٰ کے لفظی معنی ....

(۳) جو آدمی اخلاص سے کام کرتا ہے اسے ....

(۴) اسلامی احکام کا مقصد صرف ....

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ وطالبات کو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کی زندگیوں سے اخلاص و تقویٰ پر مزید واقعات سنائیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ وطالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - تقویٰ کی اہمیت۔
  - تقویٰ کن چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔
  - تزکیہ نفس۔
  - متقی کے اوصاف۔
  - تقویٰ کے نتائج و برکات۔

۴۔ عدل واحسان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عدل واحسان کا مفہوم جان سکیں گے۔
- حضوراکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا عدل واحسان تحریر کرسکیں گے
- عدل واحسان کی اہمیت اور صورتیں سمجھ سکیں گے۔
- روزمرہ کی زندگی میں عدل واحسان والی صفات اپنانے کی کوشش کرسکیں گے۔

عدل کا مفہوم: عدل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ہیں انصاف کرنا یا کسی چیز کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دینا کہ ان دونوں میں سے کسی بھی ایک میں ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ ہر مستحق کو اس کا حق دینا۔ جو شخص کسی کے ساتھ بھلائی کرے اس کے ساتھ اتنی ہی بھلائی کی جائے اور جو شخص کسی کے ساتھ برائی کرے اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے۔ اسی طرح ہر کام مناسب وقت پر کرنا اور ہر چیز کو موزون مقام پر رکھنا بھی عدل کہلاتا ہے۔

احسان کا مفہوم: احسان سے مراد یہ ہے کہ نیکی میں پہل کی جائے، نیکی کے بدلے میں زیادہ نیکی اور برائی کے بدلے میں بھی نیکی کی جائے۔ احسان یہ بھی ہے کہ کسی کام کو خوبصورت اور بہتر طریقے سے انجام دیا جائے یعنی ہر کام میں حسن وخوبصورتی پیدا کرنا بھی احسان کہلاتا ہے۔

عدل واحسان کی اہمیت: عدل کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ۫ (المائدہ: ۸)

ترجمہ: ”انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے“۔

دوسری جگہ عدل کے ساتھ ساتھ احسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (النحل: ۹۰)

ترجمہ: ”بیشک اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے“۔

عدل اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس پر نظام کائنات کی بنیاد ہے اور اسی کے ذریعے معاشرہ قائم رہ سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں عدل قانون کا نام ہے اور احسان اخلاق کا۔ صرف عدل سے معاشرہ قائم تو رہے گا لیکن خشک وبدمزہ رہے گا جب کہ صرف احسان سے برائیوں کا قلع قمع نہیں کیا جاسکے گا، بلکہ معاشرے کا وجود ہی خطرہ میں پڑ جائے گا۔ اس لیے ایک مہذب معاشرے کے قیام کے لیے ان دونوں کی بہت بڑی اہمیت ہے۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا عدل واحسان: عدل واحسان کے سلسلے میں کہ جب کوئی شخص کسی کے خلاف حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عدالت میں مقدمہ دائر کرتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ عدل سے کام لیتے ہوئے جانبدارانہ فیصلہ نہ فرماتے، بلکہ فریقین کا بیان سننے کے بعد اپنا فیصلہ صادر فرماتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عدالت میں اپنے اور پرائے، مسلم اور غیر مسلم، طاقتور اور کمزور کا کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ذات پر کوئی زیادتی کرتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہ لیتے بلکہ احسان سے کام لیتے ہوئے اسے درگزر فرما دیتے اور اس کی بھلائی کے لیے دعا فرماتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کو بھی یہ فرمایا: ”آپس میں ایک دوسرے کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا کرو“۔

عدل واحسان کی مختلف صورتیں: عدل واحسان کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ حسنِ سلوک سے کام لیں۔ اگر کوئی آپ سے بھلائی کرے تو آپ اس کے ساتھ اس سے بہتر بھلائی کریں۔ اگر کوئی آپ کے ساتھ برائی کرے تو آپ درگزر سے کام لیں۔ اگر یہ نہ کر سکے تو کم سے کم بدلہ لینے میں عدل وانصاف سے کسی صورت میں بھی انحرافی نہ کریں اور کسی کے ساتھ زیادتی ہرگز نہ کریں۔ لیکن جہاں معاملہ کسی ایسی زیادتی کا ہو جسے معاف کرنے سے ظالم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو وہاں معاملہ عدالت کے سپرد کر دینا چاہیے تاکہ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے جس سے اس کی اصلاح ہو اور دوسرے مجرموں کے لئے تنبیہ ہو اور عوام بھی ان کی زیادتیوں سے محفوظ رہیں۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

• عدل، انصاف اور برابری کو کہتے ہیں۔ کسی کی اچھائی کے بدلے اتنی ہی اچھائی اور کسی کی برائی کے بدلے اتنا ہی بدلہ لیا جائے۔ • احسان کسی کے ساتھ بھلائی کرنا یا اس کی بھلائی کے بدلے زیادہ بھلائی کرنا یا کسی کی برائی کو معاف کرنا یا کسی کی برائی کے بدلے اس کے ساتھ اچھائی کرنے کو کہتے ہیں۔ • عدل کے بغیر معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا اور احسان کے بغیر معاشرہ خشک اور بدمزہ رہے گا۔ • ایک مضبوط اور مہذب معاشرے کے قیام کے لیے عدل واحسان کی ضرورت ہے۔

اس سبق سے یہ پیغام ملا کہ ہمیں چاہیے کہ اپنے معاشرے میں عدل واحسان کو فروغ دیں کیوں کہ معاشرے کے امن وترقی کا دارومدار عدل واحسان پر ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	• عدل واحسان کا مفہوم ایک دوسرے کو سمجھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) عدل سے کیا مراد ہے؟

(۲) احسان سے کیا مراد ہے؟

(۳) عدل واحسان کے بارے میں کسی آیت کا مفہوم بتائیں۔

(۴) احسان کے بارے میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا طرزِ عمل بیان کریں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) جب کوئی بھی شخص کسی کے خلاف حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عدالت میں .... دائر کرتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ عدل سے کام لیتے۔

(۲) انصاف کیا کرو کہ یہی ...... کی بات ہے۔

(۳) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنی ذات کے لیے کسی سے نہ...... لیتے بلکہ احسان سے کام لیتے۔

(۴) عدل .... کی صفت ہے، اسی پر نظامِ کائنات کی بنیاد ہے۔

(۵) عدل قانون کا نام ہے اور .... اخلاق کا۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اِعْدِلُوْا ۛ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۫ میں حکم ہے:

(الف) نماز کا (ب) صبر کا (ج) شکر کا (د) عدل کا

(۲) عدل لفظ ہے:

(الف) عربی زبان کا (ب) فارسی زبان کا (ج) اردو زبان کا (د) سندھی زبان کا

(۳) عدل میں ہوتا ہے:

(الف) انصاف (ب) صبر و تحمل (ج) احسان (د) عفو و درگزر

(۴) نیکی میں پہل کرنے، برائی کے بدلے بھلائی کرنے، اور بھلائی کے بدلے زیادہ بھلائی کرنے کو:

(الف) عدل کہتے ہیں۔ (ب) احسان کہتے ہیں۔

(ج) عفو و درگزر کہتے ہیں۔ (د) مساوات کہتے ہیں۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عدالت میں اپنے اور پرائے، مسلم اور غیر مسلم، طاقتور اور کمزور کا کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔		
۲۔ ہر کام میں حسن و خوبصورتی پیدا کرنا بھی عدل کہلاتا ہے۔		
۳۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ قومی معاملات میں عدل سے اور ذاتی معاملات میں احسان سے کام لیتے تھے۔		
۴۔ عدل اخلاق کا نام ہے اور احسان قانون کا۔		

۵۔ کالم ۔ا کے الفاظ کو کالم ۔۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم ۔ا	کالم ۔۲
ا۔ عدل کے لفظی معنی ہیں	یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔
۲۔ احسان سے مراد یہ ہے کہ	معاف کیا کرو۔
۳۔ انصاف کیا کرو کہ	کسی چیز کو دو برابر حصوں میں بانٹنا۔
۴۔ آپس میں ایک دوسرے کی کوتاہیوں کو	نیکی میں پہل کی جائے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ وطالبات کے سامنے عدل واحسان پر مزید واقعات عمدہ انداز میں پیش کریں تاکہ عدل واحسان کا مفہوم ان کے ذہنوں میں واضح ہو جائے۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ وطالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - کائنات میں نظام عدل اور اس کی مثالیں۔
  - عدل واحسان سے معاشرے میں توازن، امن وبھائی چارے کی وضاحت۔

۵- حسنِ مُعاشرت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حسن معاشرت کا مفہوم جان کر بیان کر سکیں گے۔
- حسن معاشرت کی اہمیت سمجھ سکیں گے۔
- حسن معاشرت کے مختلف پہلوؤں کو سمجھ کر مباحثہ کر سکیں گے۔
- حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے "حسن معاشرت" پر عمل کر سکیں گے۔

حسنِ معاشرت کا مفہوم: انسان ایک معاشرتی مزاج رکھنے والی مخلوق ہے۔ اس لیے وہ تنہا زندگی گزار نہیں سکتا، بلکہ وہ معاشرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتا ہے۔ انسان جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں کے لوگوں سے اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس تعلق کو اچھے طریقے سے نبھانے کا نام "حسنِ معاشرت" ہے۔ اس تعلق میں نہ صرف والدین، رشتہ دار اور دوست شامل ہیں بلکہ اس میں محلّہ، وطن اور قوم کے لوگ یہاں تک کہ حیوانات ونباتات بھی شامل ہیں۔ چنانچہ حسن معاشرت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا حق دیا جائے۔ اپنے پورے ماحول اور اس کے تمام افراد کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کیے جائیں۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ بڑوں کا ادب کیا جائے اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ ہر انسان کا اس کے مقام و مرتبے کے مطابق احترام کیا جائے۔

حسنِ معاشرت کی اہمیت: قرآن وسنت میں حسنِ معاشرت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے اپنی عبادت اور بندگی کے ساتھ والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی اور دور کے پڑوسیوں، ساتھیوں، مسافروں، اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا ہے۔

حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ بھی فرمایا: "جو تم سے تعلق توڑنا چاہے تم اس سے تعلق جوڑو، جو تم پر زیادتی کرے تم اسے معاف کرو اور جو تم سے برائی کرے تم اس سے اچھائی کرو"۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ بھی فرمایا کہ "آپ کسی کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اسے سلام کرو"۔

حسنِ معاشرت کے مختلف پہلو: حسنِ معاشرت کے سلسلے میں اسلام نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کیا جائے، دوستوں کے ساتھ محبت اور مروت سے پیش آیا جائے، چھوٹوں پر شفقت کی جائے، قانون کا احترام کیا جائے، پڑوسی کا خیال رکھا جائے، خواتین کا احترام کیا جائے، انھیں مدد کی ضرورت ہو تو اس

سے گریز نہ کیا جائے۔ اپنے تمام بھائیوں کی امداد، خیر خواہی اور غمخواری کی جائے ۔ تہواروں اور تقریبات، شادی بیاہ، وفات اور جنازے وغیرہ کے موقعوں پر دوسروں کے آرام کا خیال رکھا جائے اور متعلقہ لوگوں کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ کسی کا مذاق نہ اڑایا جائے، چڑانے کے لئے کسی کا نام نہ بگاڑا جائے، الزام تراشی و طنز سے گریز کیا جائے، کسی کے بارے میں خواہ مخواہ بدگمانی نہ کی جائے، کسی کے عیب تلاش نہ کیے جائیں، کسی کی چیز کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ کوئی شخص آپ کے ساتھ بھلائی کرے یا کچھ دے تو اس کا شکریہ لازماً ادا کیا جائے۔ کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ لی جائے۔

حسنِ معاشرت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے کیوں کہ یہ ہمارے آج کے دور کی معاشرتی ضروریات میں بہت اہمیت کے حامل ہیں:

- گندی اور ناکارہ چیزیں ان کی مخصوص جگہوں کے علاوہ گلی اور راستے میں نہ پھینکی جائیں۔
- اونچی آواز میں ریڈیو، ٹی وی یا لاؤڈ اسپیکر چلا کر ارد گرد کے لوگوں کے آرام میں خلل نہ ڈالا جائے۔
- گلیوں میں اور سڑکوں پر کھیل کود یا ایسے عمل سے اجتناب کیا جائے، جس سے راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہو، گھروں کو نقصان پہنچتا ہو اور بعض اوقات کسی کو چوٹ بھی لگ سکتی ہے۔
- غیر ملکیوں کا احترام کریں ان کو کسی مدد یا رہنمائی کی ضرورت ہو تو وہ فراہم کریں۔
- بسوں، ویگنوں اور ریل گاڑی میں سفر کے وقت معذوروں، بیماروں، بزرگوں اور عورتوں کا خیال رکھیں۔
- اگر آپ سڑک پر پیدل یا سوار ہو کر جا رہے ہوں تو ٹریفک کے قوانین اور اشاروں کا خیال رکھیں۔

حسنِ معاشرت اور سیرتِ طیبہ: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں، پڑوسیوں، چھوٹوں، بڑوں سب کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھتے۔ ان کی جانی، مالی، اخلاقی ہر طرح کی مدد فرماتے۔ کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی بیمار پرسی کے لیے چلے جاتے۔ مکہ والوں نے ہمارے پیارے نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو کتنا تنگ کیا، کتنی اذیتیں دیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو شہر بدر کیا، مگر جب مکہ مکرمہ میں قحط پڑا اور ان کا نمائندہ مدینہ منورہ آیا اور حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے امداد کی درخواست کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اشرفیاں دیں۔ ان کے غلے کا انتظام فرمایا اور قحط سے نجات کی دعا فرمائی۔ یہودیوں کی طرف سے مخالفت ہر ایک کو معلوم ہے لیکن اس کے باوجود آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ یہودیوں کے ساتھ بھی لین دین اور حسنِ سلوک جاری رکھتے۔ اگر کوئی ناپسندیدہ آدمی بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آ جاتا، تو اس سے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور بے تکلفی سے بات چیت کرتے۔ اپنی ناپسندیدگی کا احساس تک نہ دلاتے۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

• انسان جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں کے لوگوں سے اس کا ایک قسم کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس تعلق کو اچھے طریقے سے نبھانے کا نام "حسنِ معاشرت" ہے۔ • قرآن وسنت میں حسنِ معاشرت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنا، بڑوں کا احترام کرنا چھوٹوں پر شفقت کرنا، پڑوسیوں کا خیال رکھنا، لوگوں کی شادی غمی میں شریک ہونا، ان کی مدد کرنا، یہ ساری چیزیں حسنِ معاشرت کا حصہ ہیں۔ • اسلام میں شرافت وبزرگی کا معیار انسان کے اچھے رویے اور حسنِ معاشرت کو قرار دیا گیا ہے۔

اس سبق میں ہمارے لیے پیغام ہے کہ ہم اپنے معاشرے کے تمام لوگوں سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ اپنے ہر ایسے قول و عمل سے گریز کریں جس سے دوسروں کو اذیت پہنچتی ہو اور اپنے تعلق داروں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔ ان کی خدمت کریں۔ ہم اپنے گھر، پڑوس، مسجد، محلے، اسکول اور ماحول کو صاف ستھرا رکھیں۔ معاشرے کے مفید، ہمدرد، قانون کا احترام کرنے والے، وقت کے پابند اور بزرگوں کا احترام کرنے والے اچھے شہری بن جائیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	طلبہ وطالبات حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں گھر، اسکول، محلّہ میں حسنِ معاشرت کی صورتیں تحریر کریں۔

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حسنِ معاشرت سے کیا مراد ہے؟

(۲) حسنِ معاشرت پر کوئی آیت باترجمہ تحریر کریں۔

(۳) حسنِ معاشرت پر حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی کوئی حدیث بتائیں۔

(۴) حسنِ معاشرت کے بارے میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا طرزِ عمل بیان کریں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) جو تم پر زیادتی کرے تم اسے .... کردو۔

(۲) کسی کی چیز اس کی .... کے بغیر نہ لی جائے۔

(۳) کوئی شخص آپ کے ساتھ بھلائی کرے یا کچھ دے تو اس کا .... لازماً ادا کریں۔

(۴) اگر کوئی ناپسندیدہ آدمی بھی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کی خدمت
میں آجاتا، تو اس سے بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم .... سے پیش آتے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) معاشرتی تعلق کو اچھے طریقے سے نبھانے کا نام ہے:

(الف) حسنِ معاشرت (ب) صداقت (ج) مساوات (د) عدل

(۲) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی فرمایا کہ: آپ کسی کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اسے:

(الف) اچھا سمجھو (ب) سلام کرو (ج) برا بھلا مت کہو (د) دعا دو

(۳) حسنِ معاشرت کے سلسلے میں اسلام نے ہمیں یہ بھی ہدایت دی کہ ہم:

(الف) کسی کا مذاق نہ اڑائیں (ب) کسی کا نام بگاڑیں
(ج) بدگمانی کریں (د) الزام تراشی کریں

(۴) مکہ والوں نے قحط کے موقع پر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم سے امداد کی اپیل کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم نے انھیں:

(الف) اونٹنیاں بھیجیں (ب) اشرفیاں بھیجیں
(ج) کھجوریں بھیجیں (د) بکریاں بھیجیں

۴- کالم -۱ کے الفاظ کو کالم -۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم -۱	کالم -۲
۱- ہر انسان کا اس کے مقام و مرتبے کے مطابق	جس سے لوگ اس کی بد سلوکی کے ڈر سے ملنا جلنا چھوڑ دیں
۲- اللہ تعالیٰ کے حضور وہ شخص بدترین آدمی کا مقام پائے گا	احترام کیا جائے۔
۳- اپنے معاشرے کے تمام لوگوں سے	بنیاد اچھے اخلاق اور نیک کردار کو قرار دیا گیا ہے۔
۴- قرآن وسنت میں شرافت و عظمت کی	حسن سلوک سے پیش آئیں۔

۵- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- حسن معاشرت کا مطلب ہے کہ باہمی جنگ وجدال کرنا۔		
۲- حسن معاشرت یہ ہے کہ تمام افراد کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔		
۳- حسن معاشرت یہ ہے کہ ریڈیو، ٹی وی، اور لاؤڈ اسپیکر بڑی آواز سے چلائی جائیں۔		
۴- حسن معاشرت میں لوگوں کی شادی غمی میں شریک ہونا۔		
۵- حسن معاشرت میں معذوروں، بیماروں، بزرگوں اور عورتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔		

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کے سامنے حسنِ معاشرت کے سلسلے میں بزرگانِ دین کی کچھ مثالیں پیش کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ حسنِ معاشرت کی وسعت۔
  - ❖ حسنِ معاشرت کے فوائد و نتائج۔

٦۔ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا اندازِ گفتگو

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اندازِ گفتگو کو سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے تمثیلی اندازِ گفتگو تحریر کر سکیں گے۔
- حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مختلف تمثیلات پیش فرمائی ہیں، ان پر عمل کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

ہمارے پیارے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نہایت خوش گفتار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معلمِ اخلاق بنا کر بھیجا تھا۔ اس لیے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی گفتگو اخلاقِ کریمانہ کی آئینہ دار تھی۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی گفتگو، قرآن مجید کے اس جملے: ”لوگوں سے اچھے انداز میں گفتگو کرو“۔ کی عملی تصویر تھی۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا اندازِ گفتگو، پُر تاثیر، خیر خواہی پر مبنی، نہایت صاف وشائستہ ہوتا تھا۔

حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اندازِ گفتگو کے چند اہم نکات:

حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ایک جملے کو بار بار دہراتے۔ بات کی مناسبت سے آواز اور لہجے میں تیزی یا نرمی اختیار فرماتے۔ ہاتھوں کو حسبِ ضرورت حرکت دیتے۔ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے کبھی کوئی سوال کرتے اور کبھی کسی سوال کو بار بار دہراتے تاکہ لوگ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔ بات ایسی لمبی نہ کرتے کہ لوگ اکتا جائیں۔ تھوڑے سے وقت اور مختصر لفظوں میں پورا مفہوم ادا کر دیتے۔ گفتگو میں الفاظ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا۔ الفاظ نہ ضرورت سے کم ہوتے، نہ زیادہ۔ گفتگو میں عام طور پر مسکراہٹ شامل رہتی۔ حضرت عبد اللہ بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا بیان ہے کہ: ”میں نے حضورِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا“۔ اگر کسی کے ناپسندیدہ عمل پر نصیحت کرنی ہوتی تو اس کا نام لے کر یا اسے براہِ راست مخاطب کرکے تنقید نہ فرماتے۔ کسی شخص کو سمجھانا ہوتا تو بالعموم نام لیے بغیر سب کو مخاطب کرکے وہ بات بیان کر دیتے تاکہ کسی کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ٹیک چھوڑ کر سیدھے بیٹھتے۔ لوگوں سے ان کی سمجھ اور عقل کے مطابق گفتگو فرماتے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی گفتگو کا انداز بالکل ایسا شائستہ اور دلپسند تھا کہ بات دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ (النساء: ٦٣)

ترجمہ: ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائے۔

حضوراکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا تمثیلی اندازِ گفتگو: حضوراکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کسی چیز کی اہمیت سمجھانے یا کوئی بات ذہن نشین کرانے کے لیے مثالوں کا حکیمانہ انداز اختیار فرماتے تاکہ بات خوب ذہن نشین ہو جائے۔ مثال کے طور پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہیں۔ اردگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل جمی ہے۔ حاضرین کو پوری طرح متوجہ دیکھ کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ارشاد فرماتے ہیں: ''لوگو تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر سے ایک نہر گزر رہی ہو، جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اس کے جسم پر تو کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گا'' آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے خطاؤں کو مٹا دیتا ہے''۔ بھلا کون ہوگا جو اس حکیمانہ انداز سے متاثر نہیں ہوا ہوگا۔

ایک مرتبہ بتانا یہ مقصود تھا کہ اسلام ہی سلامتی والا سیدھا راستہ ہے۔ اس مفہوم کو ذہن نشین کرانے کے لیے حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی، جو ایک خاص منزل کی طرف سیدھی جا رہی تھی اور اپنا راستہ بڑی آسانی اور کامیابی سے طے کر رہی تھی۔ اس سے ہٹ کر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے کچھ آڑی ترچھی لکیریں کھینچیں اور دکھایا کہ ان کے ذریعے انسان کو منزلِ مقصود حاصل نہیں ہو سکتی۔ سلامتی کا راستہ صرف درمیان والا ہے، جو صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔ اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مثالی خاکے کے ذریعے زندگی کی بہت بڑی سچائی واضح فرما دی۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- حضوراکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا اندازِ گفتگو، پُر تاثیر، خیر خواہی پر مبنی نہایت صاف و شائستہ ہوتا تھا۔
- حضوراکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اتنا ٹھہر ٹھہر کر بولتے کہ اگر کوئی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی باتوں کو یاد کرنا چاہتا تو یاد کر لیتا۔ بات کی مناسبت سے گفتگو میں تیزی یا نرمی اختیار فرماتے۔ مجمع کی مناسبت سے کم یا بلند آواز میں بات کرتے۔
- حضوراکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی گفتگو حکیمانہ تمثیلوں سے پُر ہوتی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بات بات سے محبت کا رس اور خلوص و خیر خواہی کا سچا جذبہ ٹپکتا رہتا۔ کوئی بات غیر معقول اور دلیل سے خالی نہ ہوتی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ہر بات دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والی ہوتی۔

اس سبق سے ہمیں یہ پیغام ملا کہ حضوراکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت اور اندازِ گفتگو سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہماری سیرت و اخلاق اور اندازِ گفتگو میں ایسا حسن ہو کہ لوگوں کے دلوں میں ہمارے لیے محبت و احترام ہو اور ہماری بات سننے کے لیے متوجہ ہوں۔ پھر جب ہم گفتگو کریں تو بالکل آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اندازِ گفتگو اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے حکیمانہ اندازِ تبلیغ کو سامنے رکھ کر کریں تو یقیناً ہماری گفتگو رائیگاں نہیں جائے گی۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	• حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا اندازِ گفتگو ایک دوسرے کو سنائیں۔ • حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اندازِ گفتگو پر مضمون تحریر کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اندازِ گفتگو کے کوئی بھی دو نکات بیان کریں۔

(۲) اندازِ گفتگو کے بارے میں قرآن مجید کی کسی بھی ایک آیت کا مفہوم بتائیں۔

(۳) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اندازِ گفتگو سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے؟

(۴) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے تمثیلی اندازِ گفتگو کا کیا مطلب ہے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ان سے ایسی بات کہو جو ان کے .... میں اثر کر جائے۔

(۲) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے گفتگو کا انداز بلکل ایسا تھا کہ بات دل کی ....تک اتر جاتی۔

(۳) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ مثالوں کا حکیمانہ انداز اختیار فرماتے، تاکہ بات خوب .... ہو جائے۔

(۴) بلکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے .... کو مٹا دیتا ہے۔

(۵) ایک مرتبہ یہ بتانا مقصود تھا کہ اسلام ہی .... والا سیدھا راستہ ہے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی گفتگو میں عام طور پر:

(الف) مسکراہٹ شامل ہوتی　　(ب) سختی شامل ہوتی

(ج) گریہ شامل ہوتا　　(د) بے رخی شامل ہوتی

(۲) حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ایک جملے کو:

(الف) دو بار دہراتے　　　(ب) تین بار دہراتے

(ج) چار بار دہراتے　　　(د) بار بار دہراتے

(۳) حضرت عبد اللہ بن حارث رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا بیان ہے کہ میں نے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ کسی کو:

(الف) خوش نہیں دیکھا　　　(ب) مسکراتے نہیں دیکھا

(ج) قہقہے لگاتے نہیں دیکھا　　　(د) روتے نہیں دیکھا

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ لوگوں سے اچھے انداز میں	مسکراتے نہیں دیکھا۔
۲۔ میں نے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ کسی کو	اختیار فرماتے۔
۳۔ بات کی مناسبت سے گفتگو میں تیزی یا نرمی	بہت بڑی سچائی واضح فرما دی۔
۴۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک مثالی خاکے کے ذریعے زندگی کی	گفتگو کرو۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کے سامنے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اندازِ گفتگو کے سلسلے میں مزید کچھ مثالیں پیش کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی گفتگو کی خوبیاں۔
  - جامع گفتگو سے مراد۔
  - خوش کلامی کے فوائد و نتائج

۷۔ گھریلو زندگی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کی گھریلو زندگی کو جان کر بیان کر سکیں گے۔
- حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کا اپنے اہل وعیال سے برتاؤ سمجھ سکیں گے۔
- اچھی گھریلو زندگی گزارنے کے اصول سیکھ کر خاندان کے ذمہ دار افراد بننے کی کوشش کر سکیں گے۔

سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کی تمام زندگی گھر ہو یا بازار، خوشی ہو یا غمی، خوشحالی ہو یا تنگ دستی، سفر ہو یا حضر، ہر حال میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ طیبہ بہترین نمونۂ عمل اور قابلِ اتباع ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کے ارشادات اور معمولات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اچھے اور برے ہونے کا معیار یہ ہے کہ اس کا اپنے گھر والوں کے ساتھ سلوک کیسا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو اور میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں“۔ ایک روایت میں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم نے کمالِ ایمان کی نشانی اچھے خلق اور اپنے گھر والوں سے مہربانی والے رویہ کو قرار دیا، چنانچہ ارشادِ مبارک ہے: ”کامل مؤمن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا اور اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے“۔

اہل وعیال کے ساتھ برتاؤ: حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کی گھریلو زندگی نہایت سادہ پُرکشش اور محبت و پیار والی تھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کو اپنی ازواجِ مطہرات سے سچی محبت وعزت تھی۔

اور اپنی ازواجِ مطہرات کے حقوق میں پوری مساوات وعدل کو ملحوظ رکھتے تھے۔ کسی طرح کا فرق نہیں کرتے تھے۔ جب حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکل آتا اسے ساتھ لے جاتے تاکہ کسی کے دل میں رنجش باقی نہ رہے۔ نرم مزاجی کی شان یہ تھی کہ کبھی کسی خادم یا بیوی کو مارنا تو درکنار جھڑکا تک نہیں۔ اگر کوئی بات ناگوارِ خاطر ہوتی تو التفات میں کمی کر دیتے تاکہ وہ خود سمجھ کر اپنی اصلاح کر لیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم اپنے گھر والوں کو قرآن مجید ودینی باتوں کو یاد کرنے ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی تلقین کیا کرتے تھے اور اپنی ازواجِ مطہرات کے واسطے سے طبقہ خواتین کی اصلاح کرتے تھے۔ عورتیں اپنے مسائل لے کر آتیں اور ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ کی معرفت دریافت کرتیں۔

بچوں سے پیار: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور اس کو نبوت کے شان اور مرتبے کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بیٹے حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، کو رضاعت کے لیے مدینہ کے بالائی حصے میں ایک گھرانہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ان کو دیکھنے کے لیے خاصا فاصلہ چل کر تشریف لے جاتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ وہاں بیٹھتے اور بچے کو گود میں لے کر پیار کرتے۔ انھی صاحبزادے حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی بچپن میں وفات ہو گئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ فرمانے لگے: آنکھیں اشک بار اور دل غم زدہ ہے، لیکن ہم اپنی زبان پر ایسی بات نہیں لانا چاہتے جو اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب بنے۔ اے ابراہیم! ہم آپ کے فراق پر غم زدہ ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو اپنی ساری اولاد سے محبت تھی۔

گھر کے معمولات: ام المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کر لیتے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر لیتے۔ نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگاتے۔ اپنے جوتے کی مرمت کر لیتے۔ بوجھ اٹھاتے، جانوروں کو چارہ ڈالتے، اور گھر میں سب سے زیادہ نرم خو، مسکراتے چہرے اور خندہ پیشانی کے ساتھ رہتے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جب گھر میں داخل ہوتے یا گھر سے باہر نکلتے تو گھر والوں کو سلام کرتے۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی گھریلو زندگی سادہ اور پر وقار انداز میں گزاری۔ اپنی ازواجِ مطہرات سے دلی محبت کرتے۔ ان کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹایا کرتے۔ ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ گھر میں تشریف لے جاتے۔ اپنی ازواج مطہرات کی باتیں سنتے، اور ان کے حقوق پوری طرح سے ادا کرتے عدل اور انصاف سے کام لیتے تھے۔ کبھی کسی خادم کو کسی غلطی پر جھڑکا تک نہیں۔ اپنی ساری اولاد سے شفقت فرماتے تھے۔ بیویوں کے مابین بے پناہ محبت اور پیار کرتے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنی گھریلو زندگی نہایت سادگی سے بسر کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی سادہ زندگی کی تلقین کرتے۔

اس سبق میں ہمارے لیے پیغام ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنی گھریلو زندگی میں بے مثال باپ، بے مثال شوہر اور مہربان اور شفیق تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ہر عمل و کردار قابلِ تقلید ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے گھریلو زندگی میں بھی ہمارے لیے عمل و کردار اور اپنا اسوۂ حسنہ چھوڑا ہے جس پر عمل کر کے ہم اپنی گھریلو زندگی دین کے مطابق پر امن اور پر سکون بنا سکتے ہیں۔

سر گرمی برائے طلبہ و طالبات	• حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی گھریلو زندگی ایک دوسرے کو سمجھائیں۔ • ان کاموں کی فہرست بنائیں جن سے اسکول کا ماحول خوش گوار بن سکے۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اہل خانہ کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

(۲) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر میں معمولات کیا تھے؟ تحریر کریں۔

(۳) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کسی زوجہ محترمہ کو سفر لے جانے کے لئے کیا طریقہ اپناتے؟

(۴) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے طبقہ خواتین کی اصلاح کے لیے کیا طریقہ اختیار فرمایا تھا؟

(۵) گھریلو زندگی سے متعلق حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی کوئی حدیث بیان کریں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی حیات طیبہ بہترین .... اور قابل اتباع ہے۔

(۲) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نرم مزاجی کی شان یہ تھی کہ کبھی کسی خادم یا بیوی کو مارنا تو درکنار .... تک نہیں۔

(۳) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سب سے زیادہ نرم خو، مسکراتے چہرے اور .... کے ساتھ رہتے۔

(۴) عورتیں اپنے مسائل لے کر آتیں اور .... کی معرفت دریافت کرتیں۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے:

(الف) گھر والوں کے ساتھ اچھا ہے (ب) دوستوں کے ساتھ اچھا ہے

(ج) دشمنوں کے ساتھ اچھا ہے (د) زیر دستوں کے ساتھ اچھا ہے

(۲) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بیٹے حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو مدینہ منورہ کے بالائی حصے میں ایک گھر میں رکھا گیا تھا۔

(الف) رہائش کے لئے (ب) رضاعت کے لئے

(ج) آب و ہوا کے لئے (د) دیکھ بھال کے لئے

(۳) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو گھر والوں کو :

(الف) خدا حافظ کہتے (ب) سلام کرتے

(ج) گھر کی حفاظت کا کہتے (د) مویشیوں کی حفاظت کا کہتے

(۴) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ زندگی اس طرح گزاری جائے جیسے :

(الف) بادشاہ گزارتا ہے (ب) دولتمند گزارتا ہے

(ج) مفلس گزارتا ہے (د) مسافر گزارتا ہے

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے کمالِ ایمان کی نشانی اچھے خلق	اس نے اپنے گھر والوں کے ساتھ سلوک کیسا ہے۔
۲۔ انسان کے اچھے اور بُرے ہونے کا معیار یہ ہے کہ	اور اپنے گھر والوں سے مہربانی والے رویہ کو قرار دیا۔
۳۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے گھر والوں کو قرآن مجید و دینی باتوں کو یاد کرنے، ان پر عمل کرنے	جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو۔
۴۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے	اور دوسروں تک پہنچانے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کے سامنے سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی گھریلو زندگی کے بارے میں مزید کچھ مثالیں پیش کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوان پر طلبہ و طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں :
  - نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سادہ زندگی سے سبق۔

اخلاق و آداب

تعارف

اَخلاق خُلق کی جمع ہے۔ ''خُلق'' پختہ عادت، خصلت، رویہ اور طور طریقے کو کہتے ہیں۔ اخلاق سے مراد انسان کی وہ عادات، خصلتیں، رویے اور طور طریقے ہیں جن کے مطابق وہ زندگی گزارتا ہے۔ اگر انسان کی یہ عادات، رویے اور طور طریقے اچھے ہیں، تو انھیں ''اخلاقِ حسنہ'' یا ''اخلاق حمیدہ'' کہا جاتا ہے اور اگر وہ برے ہیں تو انھیں ''اخلاق سیئہ'' یا ''اَخلاقِ رَذِیلہ'' کہا جاتا ہے۔

آداب ادب کی جمع ہے۔ ''ادب'' تہذیب، شائستگی، سلیقے اور دلنشین انداز کو کہا جاتا ہے۔ آداب سے مراد یہ ہے کہ ہر کام تہذیب، شائستگی، سلیقے، اور خوبصورت انداز میں کیا جائے۔ اس لیے یوں کہا جاسکتا ہے کہ اچھے اوصاف کو اپنانا ''اخلاق'' ہے اور ان اوصاف کو مہذب، خوبصورت دلنشین انداز میں پیش کرنا ''آداب'' ہے۔ مثلاً امر بالمعروف و نہی عن المنکر اخلاقِ حسنہ ہے اور اس کے لیے مہذب، خوبصورت اور دلنشین انداز اختیار کرنا آداب ہے۔ ادب کے ساتھ جو کام کیا جاتا ہے اسے پذیرائی ملتی ہے، جیسے کہا جاتا ہے: باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔

اسلام چوں کہ اپنے ماننے والوں کو با اخلاق، مہذب اور شائستہ دیکھنا چاہتا ہے اس لیے وہ اچھے اخلاق وآداب کو اپنانے کا حکم دیتا ہے اور برے اخلاق وآداب سے روکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز فرمایا تھا، اور چاہتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے امتی بھی اعلیٰ اخلاق کو اپنائیں۔ اخلاق کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ کوئی انسان اخلاقِ حسنہ پر عمل کرے یا نہ کرے لیکن ایک مسلمان کو کبھی بھی اخلاقِ حسنہ کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

تم میں سے بہترین لوگ وہی ہیں جو اپنے اخلاق میں دوسروں سے اچھے ہیں۔

اس باب میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، کسبِ حلال، کاروبار میں دیانت، نظم وضبط اور قانون کا احترام، اتحادِ ملی اور حقوق العباد کے متعلق اسباق شامل ہیں۔

مقاصد

اس باب میں شامل اسباق کے مطالعے کے بعد طلبہ نہ صرف اخلاق وآداب سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے بلکہ ان کو عملی زندگی میں اپنا کر اچھے مسلمان اور اچھے پاکستانی شہری بننے کی کوشش کرکے سعادت دارین حاصل کرنے کے قابل ہوسکیں گے۔

۱- امر بالمعروف و نہی عن المُنکَر

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ و طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مفہوم جان کر بیان کر سکیں گے۔
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت سمجھ سکیں گے۔
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول و شرائط سے آگاہ ہو کر بیان کر سکیں گے۔
- روزمرہ کی زندگی میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کی کوشش کر سکیں گے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مفہوم: امر کے لفظی معنی ہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دینا اور نہی کے لفظی معنی ہیں کسی بات سے روکنا۔ معروف کے معنی ہیں جانا پہچانا یا پسندیدہ کام۔ شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ نیک کام، جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم دیا ہو۔ منکر کا مطلب ہے ناپسندیدہ کام یا ایسا کام جو انسان کا جانا پہچانا نہ ہو۔ اس سے مراد ہے برائی، جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے روکا ہو۔ دوسرے لفظوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مطلب ہوگا "نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے دعوتِ دین اور تبلیغ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت: جس دین کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اس کی تکمیل آخری پیغمبر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ذریعے سے ہوئی۔ اب قیامت تک کوئی اور پیغمبر آنے والا نہیں۔ اس لیے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد اجتماعی طور پر یہ بات امتِ مسلمہ پر فرض کی گئی کہ وہ ایک دوسرے کو اور دنیا کے تمام لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ انھیں اچھی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ اسی فرض کی یاد دہانی کراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (آل عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ربانی ہے: ترجمہ: ''(اے مؤمنو) جتنی امتیں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہترین ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو''۔ (آل عمران: ۱۱۰)

اور ایک حدیث شریف میں سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان مبارک ہے کہ:

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ

ترجمہ: نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

حجۃ الوداع کے خطبے میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا: ''جو حاضر ہے وہ غائب تک میرا پیغام پہنچا دے''۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا یہ بھی ارشاد ہے:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تمھیں نیکی کی ہدایت ضرور کرنا ہوگی اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے، پھر تم اسے پکاروگے، لیکن تمھاری پکاریں قبول نہیں ہوں گی''۔

ان آیات واحادیث سے واضح ہے کہ انسان کا صرف خود حق پر قائم رہنا ہی کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو بھی حق پر قائم رہنے پر آمادہ کرے۔ یہ وہ پیغمبرانہ کام ہے جو ختمِ نبوت کی وجہ سے امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ ان آیات واحادیث سے یہ بھی واضح ہے کہ نیکی کی اشاعت کرنا اور برائی کو روکنا ہر ایک مسلمان کا انفرادی فرض بھی ہے تو اجتماعی طور پر اسلامی ریاست کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے معاشرے میں نیکیوں کو رواج دے اور برائیوں کا قلع قمع کرے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے اصول وشرائط

۱۔ باعمل ہونا: اسلام دعوتِ دین دینے والے کو سب سے پہلے اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ جس بھلائی کی دوسروں کو دعوت دیتا ہے سب سے پہلے خود اس پر عمل کرے، ورنہ دعوت بے سود جائے گی۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ (البقرہ: ۴۴)

ترجمہ: ”کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی پڑھتے ہو۔ تو تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟“

۲۔ اپنے گھر سے ابتدا: اسی طرح اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ نیکی کے کہنے اور برائی سے روکنے کے عمل کی ابتدا اپنے گھر سے کی جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ حکم دیا تھا:

ترجمہ: ”اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو“۔ (الشعراء: ۲۱۴)

اہلِ ایمان کو حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ”مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں“۔ (التحریم: ٦)

۳۔ حکمت و موعظۂ حسنہ: اسی طرح اسلام یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام حکمت و مصلحت کے ساتھ اچھے اور نرم انداز میں کیا جائے۔ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کی جائے۔ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے لوگ مانوس ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ”لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو“۔ (النحل: ۱۲۵)

اور یہ بھی فرمایا: ترجمہ: ”اور ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں“۔ (النساء: ٦۳)

۴۔ طاقت کے موافق امر بالمعروف و نہی عن المنکر: اسی طرح اسلام میں اس سلسلے میں لوگوں کی طاقت کے موافق ان پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ اس حوالے سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد مبارک ہے:

”تم میں سے جو برائی ہوتے دیکھے اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اسے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے“۔

ہاتھ سے روکنا حکمرانوں کا کام ہے یا آدمی اپنے ماتحتوں اور اپنے صغیر اولاد کو ہاتھ سے روک سکتا ہے۔ علماء اور عام آدمی کا کام ہے کہ زبان سے برائی کو روکے۔ اس کا یہ کام نہیں کہ ہر کسی کو ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورتحال میں بجائے فائدے کے نقصان کا اندیشہ ہے۔

یہ ساری احتیاطی تدابیر اس لیے بتائی گئی ہیں تاکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اصل مقصد یعنی انسانی معاشرے کی اصلاح حاصل ہو سکے۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

• امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مطلب ہے ''نیکی کا کہنا اور برائی سے روکنا''۔ • نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے بعد کسی اور نبی کو نہیں آنا، اس لیے یہ اس امت کی اجتماعی ذمے داری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کو پورا کرے۔قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔ معاشرے کی اصلاح میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بہت بڑا کردار ہے۔ حکمرانوں کا کام ہے کہ نیکی کی اشاعت اور برائی کا سدِّباب کریں اور عوام میں سے علماء کرام اور سمجھدار لوگوں کا کام ہے کہ حکمت اور خیر خواہی کے انداز کو اپناتے ہوئے اس فریضے کو ادا کریں۔

اس سبق سے ہمیں پیغام ملا کہ اپنے سماج کو نیکی کی تلقین، وعظ و نصیحت کرنا اور برائی، بے حیائی سے روکنا چاہیے۔ سب سے پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور اگر ہم محسوس کریں کہ ہماری نصیحت بے فائدہ ہے تو پھر کم سے کم ان لوگوں کی مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	• امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مقصد اور اس کے طریقے ایک دوسرے کو سمجھائیں۔ • امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بارے میں کوئی ایک آیت اور ایک حدیث لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔ • طلبہ وطالبات معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کریں اور ان کے ختم کرنے کے لئے تجاویز پیش کریں۔ اور مباحثہ کریں۔

مشق

ا- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(ا) امر اور نہی کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(۲) امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کیا مراد ہے؟

(۳) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے دوسرے کون سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں؟

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول و شرائط میں سے کوئی بھی دو اصول بیان کریں۔

(۵) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت بیان کریں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) تم دوسرے لوگوں کو نیکی کا کہتے ہو اور خود اپنے آپ کو............. ہو۔

(۲) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام حکمت .... و مصلحت کے ساتھ کیا جائے۔

(۳) اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن......اور پتھر ہوں گے۔

(۴) اگر کوئی برائی کو زبان سے بھی نہ روک سکے تو اسے اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ ....
کا کمزور درجہ ہے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) جتنی امتیں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہترین امت ہو اس لیے کہ تم:

(الف) نماز پڑھتے ہو　　(ب) دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو
(ج) صدقہ و خیرات کرتے ہو　　(د) نیکی کا کہتے ہو اور برائی سے روکتے ہو

(۲) حجۃ الوداع کے خطبے میں حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا تھا:
جو حاضر ہے وہ:

(الف) غائب تک میرا پیغام پہنچا دے　　(ب) غائب تک میرا اسلام پہنچا دے
(ج) مسکینوں کو کھانا کھلائے　　(د) بیماروں کی عیادت کرے

(۳) برائی کو ہاتھ سے روکنے کا کام ہے:

(الف) علماء کا　　(ب) حکمرانوں کا
(ج) عام آدمیوں کا　　(د) تبلیغ و وعظ کرنے والوں کا

(۴) امر بالمعروف کا مطلب ہے:

(الف) روزہ رکھنا　　(ب) علم کا درس دینا
(ج) حج کی ترغیب دینا　　(د) نیکی کا حکم دینا

[illegible]

[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

۲- کسبِ حلال

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- کسبِ حلال کا مفہوم جان کر بیان کر سکیں گے۔
- کسبِ حلال کی اہمیت سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔
- کسبِ حلال کے جائز وناجائز ذرائع کی وضاحت کرسکیں گے۔
- اپنی عملی زندگی میں حرام آمدنی کے انجام سے باخبر ہو کر اور کسبِ حلال کے جائز ذرائع پر عمل کر کے اچھے مسلمان اور بہتر شہری بن سکیں گے۔

کسبِ حلال کے معنی اور مفہوم: کسب کے لفظی معنی ہیں کمانا اور حلال کے معنی ہیں جائز اور درست۔ کسبِ حلال کا مطلب ہے وہ "جائز کمائی" جو ان ذرائع سے حاصل کی جائے جنھیں شریعت نے درست قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حلال اور جائز ذرائع سے کمانے اور حلال وپاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیتا ہے اور حرام وناجائز ذرائع سے کمانے اور حرام وناجائز چیزیں کھانے سے روکتا ہے۔

آمدنی کے حلال ذرائع: دین اسلام نے جن ذرائع کو حلال وجائز قرار دیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: شریعت کے مطابق تجارت، کھیتی باڑی، صنعت وحرفت، حلال جانوروں کا پالنا اور فروخت کرنا، مزدوری وملازمت وغیرہ۔

آمدنی کے ناجائز ذرائع: دین اسلام نے جن ذرائع کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

شریعت کے خلاف تجارت، منشیات، سودی کاروبار، جوا، چوری، ڈکیتی، حرام جانوروں کا شکار اور اغوا برائے تاوان وغیرہ۔ اسی طرح وہ کمائی بھی حرام ہو جاتی ہے جو کسی کو دھوکا دے کر، چیزوں میں ملاوٹ کر کے یا ذخیرہ اندوزی کر کے یا رشوت اور ظلم وزیادتی کے ذریعے حاصل کی گئی ہو۔

کسبِ حلال کی اہمیت: اسلام نے کسبِ حلال کی بہت تاکید کی ہے اور اسے فریضۂ عبادت کے بعد اہم فرض قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[illegible]

[illegible]	• [illegible] • [illegible]

[illegible]

[illegible]

- [illegible]
- [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) کسبِ حلال کا مفہوم بتائیں۔
(۲) آمدنی کے حلال ذرائع بیان کریں۔
(۳) آمدنی کے ناجائز ذرائع میں سے کوئی بھی تین ذرائع ذکر کریں۔
(۴) کسبِ حلال کی اہمیت کے بارے میں کسی آیت یا حدیث کا مفہوم بیان کریں۔
(۵) کسبِ حلال کے معنی کیا ہیں؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اگر کوئی شخص حرام ذریعہ اختیار کرے گا تو ظاہر ہے اس کا............ دوسرے انسانوں کو ہوگا۔
(۲) اپنا کھانا حلال بناؤ تو تمھاری ہر............ قبول ہوگی۔
(۳) تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے قول و عمل کے ذریعے .... کی تعلیم دی اور تاکید کی۔
(۴) کسب کے لفظی معنی .... کے ہیں۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حلال کمائی کی تلاش فریضۂ عبادت کے بعد:
(الف) اہم فرض ہے (ب) سنت ہے (ج) ثواب ہے (د) جائز ہے
(۲) حضرت آدم علیہ السلام:
(الف) تاجر تھے۔ (ب) کاشتکار تھے۔ (ج) لوہار تھے۔ (د) بڑھئی تھے۔
(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام:
(الف) زرہیں بناتے تھے۔ (ب) بکریاں چراتے تھے۔
(ج) تجارت کرتے تھے۔ (د) کھیتی باڑی کرتے تھے۔
(۴) حضرت ادریس علیہ السلام:
(الف) درزی تھے۔ (ب) تاجر تھے۔ (ج) بڑھئی تھے۔ (د) چرواہے تھے۔

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں

جملے	درست	غلط
۱- کسبِ حلال پر پلنے والی اولاد نیک و صالح ہوتی ہے۔		
۲- حلال ذرائعِ آمدنی میں سے ایک چوری ہے۔		
۳- حلال رزق کھانے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔		
۴- حرام ذرائع سے آمدنی حاصل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نصیب ہوتی ہے۔		

۵- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱- حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم	تلواریں اور زرہیں بنایا کرتے تھے۔
۲- حضرت نوح علیہ السلام	بکریاں چراتے تھے۔
۳- حضرت ہود علیہ السلام	بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔
۴- حضرت داؤد علیہ السلام	تجارت کیا کرتے تھے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کے کمرۂ جماعت میں کسبِ حلال کے موضوع پر تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - کسب حلال کا تصور۔
  - جائز ذرائع آمدنی کا مفہوم؟ تصور۔
  - جائز ذرائع آمدنی کی برکات۔

۳- کاروبار میں دیانت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- کاروبار میں دیانت کا مفہوم جان کر بیان کر سکیں گے۔
- کاروبار میں دیانت کی اہمیت تحریر کر سکیں گے۔
- کاروبار میں دیانت کے فوائد سمجھ کر بیان کر سکیں گے۔

کاروبار میں دیانت کا مفہوم: کاروبار میں دیانت کا مفہوم ہے کہ کاروبار میں سچائی اور امانتداری کا خیال رکھا جائے۔ چیز خالص دی جائے۔ عیب چھپا کر کوئی چیز نہ دی جائے۔ ناپ تول کو ٹھیک اور سیدھا رکھا جائے اور کسی قسم کی دھوکہ دہی سے کام نہ لیا جائے۔

کاروبار میں دیانت کی اہمیت: اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ جہاں اس نے اپنے بندوں کی رہبری کے لیے عبادات اور معاشرت کا صحیح طریقہ بتا دیا ہے، وہاں اس نے اپنے بندوں کو کاروباری معاملات کے حوالے سے بھی مکمل اخلاقی تعلیمات فراہم کی ہیں، اس وقت دنیا میں جتنی ترقی نظر آ رہی ہے اس میں بہت بڑا ہاتھ کاروبار کا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ (سورۃ الانعام: 15)

(اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو)

کاروبار میں دیانت کا انعام: حضورِ اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے کاروبار میں دیانت کا انعام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

ترجمہ: ''سچا اور دیانتدار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا''۔

کاروبار میں بددیانتی اور اس کی سزا: کاروبار میں بددیانتی کی کئی صورتیں ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- کاروباری آدمی کسی جنس کا ڈھیر اس طرح لگائے کہ اوپر اچھا مال ہو اور نیچے ناقص ہو۔
- مال میں ملاوٹ کرے، یا قیمت اعلیٰ مال کی لے اور مال گھٹیا دے۔ یا ناپ تول میں کمی بیشی کرے۔
- جب لے تو پورا لے اور جب دے تو گھٹا کر دے۔

قرآن مجید میں کئی جگہ اس قسم کی بد دیانتی سے روکا گیا ہے، اور ترازو کو ٹھیک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔
ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے، جو ناپ تول میں بد دیانتی سے کام لیتے ہیں۔
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ۭ

(المطففین: ۱-۳)

ترجمہ: "ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "جو شخص (کاروبار میں) دھوکہ دہی سے کام لیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں"۔ یہ کتنی بڑی سزا ہے کہ بد دیانت آدمی کو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کی جماعت سے ہی خارج قرار دے دیا۔

دیانتداری کا فائدہ: کاروبار باہمی اعتماد پر چلتا ہے۔ جب ایک کاروباری شخص چیزیں خالص دیتا ہے۔ اپنے کاروبار میں کسی کے ساتھ دھوکہ یا بد دیانتی نہیں کرتا تو خریداروں کا اس پر اعتماد قائم ہو جاتا ہے اور اس کا کاروبار بہت مشہور ہو جاتا ہے اور بہت زیادہ چلتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ نفع کماتا ہے اور عوام کی نظروں میں اس کے لیے عزت و احترام کے جذبات بھی پیدا ہوتے ہیں۔

ابتدائی دور میں بہت سارے دور دراز علاقوں تک اسلام کی اشاعت مسلمان تاجروں کی دیانتداری ہی کے ذریعے سے ہوئی تھی۔ ملائیشیا، انڈونیشیا اور چین تک دیانتدار مسلمان تاجروں کی بدولت ہی اسلام پہنچا تھا۔ آج غیر مسلم تاجروں نے کاروبار میں دیانتداری اختیار کی ہے اور دنیا کی منڈیوں پر چھا گئے ہیں۔ ہم لوگ اس سے روگردانی کرکے اپنا اعتماد اور اپنی ساکھ کھو بیٹھے ہیں۔ جس کی وجہ سے کاروبار میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ حالانکہ غیر مسلموں کی کاروبار میں دیانت ان کی محض ایک چالاکی ہے، جب کہ ہمارے لیے دیانتداری ایمان کا مسئلہ ہے کیوں کہ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ.

ترجمہ: "جو شخص دیانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں"۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

• کاروبار میں دیانتداری کا مطلب ہے کہ کاروبار میں سچائی اور امانتداری کا خیال رکھا جائے۔ کسی قسم کی دھوکہ دہی سے کام نہ لیا جائے۔ • اسلام نے کاروباری دیانتداری کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ سچائی اور دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والوں کو انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ جنت میں اکٹھا ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے اور دنیا میں مال اور کاروبار میں برکت کی بشارت دی گئی ہے۔ بددیانت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب اور دنیا میں بے برکتی کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس سبق سے ہمیں پیغام ملا کہ کاروبار میں دیانتداری اور جائز اور حلال ذریعے اختیار کریں اور حرام ذرائع اور بددیانتی سے پرہیز کریں تو دنیا میں بھی مستحکم اور مضبوط ہوں گے اور آخرت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	• کاروبار میں دیانت کا مفہوم اور اس کی اہمیت ایک دوسرے کو سنائیں۔ • "کاروبار میں دیانت کا ہونا ہی اصل خوبی ہے اور ایمان کی تکمیل بھی" کلاس روم میں مباحثہ کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) کاروبار میں دیانت کا مفہوم بتائیں۔
(۲) اسلام کے ابتدائی دور میں دور دراز علاقوں تک اسلام کی اشاعت میں کن لوگوں کا زیادہ کردار رہا ہے؟
(۳) حدیث میں کون سے کاروبار میں برکت کا وعدہ کیا گیا ہے؟
(۴) سورۃ المطففین میں کن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے؟
(۵) کاروبار میں دیانت کی کیا اہمیت ہے؟ بیان کریں۔

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ملائیشیا، انڈونیشیا اور چین تک دیانتدار مسلمان تاجروں کی بدولت ہی .... پہنچا تھا۔
(۲) غیر مسلموں کی کاروبار میں دیانت ان کی محض ایک .... ہے۔
(۳) جو شخص کاروبار میں دھوکہ یا بددیانتی نہیں کرتا اس پر خریداروں کا........... قائم ہو جاتا ہے۔
(۴) جو شخص دیانتدار نہیں اس کا کوئی .... نہیں۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اس وقت دنیا میں جتنی ترقی نظر آ رہی ہے اس میں بہت بڑا ہاتھ ہے:

(الف) کاروبار کا (ب) زراعت کا (ج) محنت مزدوری کا (د) ملازمت کا

(۲) جب کوئی شخص کاروبار میں دھوکا نہیں کرتا ہے تو لوگوں کا اس پر قائم ہوتا ہے۔

(الف) ایمان (ب) یقین (ج) اعتماد (د) توکل

(۳) کاروبار میں دیانتداری ہے:

(الف) کاروبار کی سیاست (ب) کاروبار کی ترقی کا مسئلہ
(ج) مذہب کا مسئلہ (د) ایمان کا مسئلہ

(۴) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو شخص دیانت دار نہیں اس کا کوئی نہیں:

(الف) دوست (ب) ایمان (ج) اسلام (د) مذہب

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- کاروبار میں بددیانتی کرنے والا خدا اور انسان کے ہاں مقبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔		
۲- دیانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔		
۳- بددیانت انسان کا کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے۔		
۴- ملاوٹی و مضرِ صحت اشیاء لوگوں کو فراہم کرنا کاروباری بددیانتی ہے۔		

۵۔ کالم ۔ا کے الفاظ کو کالم ۔۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم ۔۲	کالم ۔ا
اس کا کوئی ایمان نہیں۔	ا۔ سچا اور دیانت دار تاجر (قیامت کے دن)
وہ ہم میں سے نہیں۔	۲۔ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے
انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔	۳۔ جو شخص دیانت دار نہیں
خرابی ہے۔	۴۔ جو شخص (کاروبار میں) دھوکہ دہی سے کام لیتا ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ وطالبات سے کاروبار میں دیانت کے حوالے سے مضمون تحریر کروائیں۔
- طلبہ وطالبات سے دیانت کے فوائد کی فہرست بنوائیں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:

❖ اشیاء میں ملاوٹ کے مضر اثرات۔ ❖ مال کا عیب ظاہر کرنے کے فوائد۔ ❖ بد دیانتی کا انجام۔

۴۔ نظم وضبط اور قانون کا احترام

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نظم وضبط کا مطلب جان کر بیان کر سکیں گے۔
- قانون کے احترام کا مقصد سمجھ کر وضاحت کر سکیں گے۔
- اپنی عملی زندگی میں نظم وضبط اور قانون پر عمل کرنے کی اہمیت تحریر سکیں گے۔

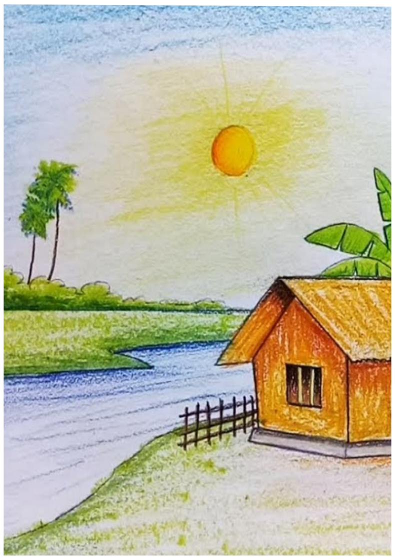

نظم وضبط: نظم وضبط سے مراد قانون اور قاعدے کی پاسداری کرنا ہے۔ فطرت کے اصولوں کے مطابق نہ تو کوئی فرد نظم وضبط کی پابندی کیے بغیر کامیاب وکامران ہو سکتا ہے اور نہ کوئی قوم۔ وہی قوم کامیاب ہو سکتی ہے جو نظم وضبط کی پاسداری کرے۔ کائنات کا پورا نظام نظم وضبط کے ساتھ چل رہا ہے اور ہمیں نظم وضبط کا درس دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائناتی نظام کے نظم وضبط کی ایک مثال دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٣٨ وَ
الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝٣٩ لَا
الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝٤٠ (یٰسٓ: ۳۸ - ۴۰)

ترجمہ: ”اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ غالب دانا کا اندازہ ہے۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں“۔

کائنات کا یہ نظام ہمیں نظم وضبط کی اہمیت بتا رہا ہے اور یہ سمجھا رہا ہے کہ کسی بھی نظام کو کامیابی کے ساتھ

چلانے کے لیے نظم وضبط ضروری ہے۔

اسی طرح اسلام کا عبادتی نظام بھی ہمیں نظم وضبط کا درس دیتا ہے۔ مقررہ اوقات میں نمازوں کی ادائیگی، خاص مہینے میں روزوں کی فرضیت، پھر مقرر وقت پر سحری وافطاری، مقرر وقت میں حج کی ادائیگی، یہ ساری چیزیں ہمیں نظم وضبط کا پابند بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں اور ہماری معاشرتی زندگی کو متوازن بناتی ہیں۔

ایک طالبِ علم کے لیے نظم وضبط کا خیال رکھنا نہایت ہی اہم ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اس کے تمام کاموں کے اوقات مقرر ہوں۔ وقت پر سونا، وقت پر جاگنا، وقت پر اسکول پہنچنا، وقت پر کام کرنا، وقت پر کھیلنا، پھر اسکول میں رہتے ہوئے اسکول کے قوانین کی پابندی کرنا۔ یونیفارم، کمرۂ جماعت، اسکول کی صفائی کا خیال، کمرۂ جماعت میں شور وغل سے پرہیز، تعلیم پر توجہ، اساتذہ کے احکامات کی تعمیل، لائبریری میں خاموشی سے مطالعہ کرنا وغیرہ یہ سب نظم وضبط کے دائرے میں آتا ہے۔

اسی طرح ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے دائرۂ کار میں نظم وضبط کا خیال رکھے۔ گھر میں رہتے ہوئے گھر کے اصول و قوانین کی پابندی کرنا، گھر اور باہر کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا، رش کی جگہ پر دھکم پیل سے گریز کرنا، قطار بنانا، دفاتر میں اوقاتِ کار اور اپنے فرائض کی ادائیگی کا خیال رکھنا، ٹریفک کے قوانین کا خیال رکھنا، یوٹیلیٹی بل وقت پر ادا کرنا وغیرہ یہ ساری چیزیں نظم وضبط کا حصہ ہیں۔ ہم انفرادی طور پر نظم وضبط کا مظاہرہ کریں گے تو اجتماعی نظم وضبط پیدا ہوگا، کیوں کہ انفرادی نظم وضبط ہی اجتماعی نظم وضبط کو جنم دیتا ہے، جو معاشرے کی خوشحالی وسکون کا ضامن ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے نظم وضبط کا خیال رکھیں۔

قانون کا احترام اور فوائد: کسی بھی حکومت کو چلانے کے لیے کچھ قاعدے اور ضابطے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ان قاعدوں اور ضابطوں کو قانون کہتے ہیں۔ قانون کی پابندی کرنا ہر شہری کا فرض ہوتا ہے۔ قانون پر عمل کرنے کی صورت میں ہر شہری کو اپنا حق ملتا ہے، ملک پورے نظم وضبط کے ساتھ چلتا ہے اور معاشرے میں امن وسکون ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی ملک میں قانون کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، ہر شخص اپنی مرضی چلا رہا ہو تو وہاں افراتفری پھیل جاتی ہے۔ پھر نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے، نہ مال اور نہ عزت محفوظ رہتی ہے، نہ مذہب۔ معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پھیل جاتا ہے اور ایسی ریاست کو نہ مہذب ریاست کہا جاسکتا اور نہ ترقی یافتہ۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قانون کا جو احترام تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بحیثیت سربراہِ مملکت منبر پر بیٹھ کر یہ اعلان کیا تھا کہ :

"اگر کسی کا کوئی بھی حق میرے اوپر ہے تو مجھ سے لے لے"۔

اسی طرح حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ قانون کے نفاذ کے حوالے سے چھوٹے و بڑے، امیر و غریب، سیاہ و سفید، عربی و عجمی کا کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔

ہمارا فرض: ایک مسلمان اور اچھا شہری ہونے کے ناطے ہمارا فرض ہے کہ اسلام کے اصولوں کی پاسداری کریں اور ملکی قوانین کا احترام کریں۔ اسی طرح ایک اچھا اور مہذب معاشرہ تشکیل پائے گا۔جن معاشروں میں لاقانونیت ہوتی ہے وہاں کا امن و سکون برباد ہو جاتا ہے۔ قانون پر عمل درآمد کروانے والوں کا بھی فرض ہے کہ وہ کسی کو بھی قانون سے بالاتر نہ سمجھیں۔ قوانین کا اطلاق سب پر یکساں ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی رضامندی بھی ہے تو ملک اور قوم کی فلاح بھی۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- نظم وضبط سے مراد قانون اور قاعدے کی پاسداری کرنا ہے۔کائنات کا منظّم نظام اور ہمارا عبادتی نظام ہمیں نظم وضبط کی پابندی کا درس دیتا ہے۔
- کسی بھی قوم کی تہذیب وشائستگی اس کے نظم وضبط سے معلوم کی جاسکتی ہے۔
- نظم وضبط کی پاسداری کرنے والی قوم ہی ترقی وعروج کی منازل طے کرسکتی ہے۔
- کسی بھی حکومت کو چلانے کے لیے کچھ قاعدے اور ضابطے مقرر کیے جاتے ہیں۔ان قاعدوں اور ضابطوں کو قانون کہتے ہیں ۔ قانون کی پابندی کرنا ہر شہری کا فرض ہوتا ہے۔ قانون کی پابندی سے ہی ہر شہری کی جان ومال اور عزت محفوظ رہ سکتی ہے۔
- اسلام جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے، اسی طرح نظم وضبط اور عوامی مفاد کے لیے بنائے گئے قوانین کی پابندی کا بھی حکم دیتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات	• نظم وضبط اور قانون کے احترام کا مفہوم اور اس کی اہمیت ایک دوسرے کو سنائیں۔ • "قانون کے احترام سے بھی معاشرہ بگاڑ سے بچ سکتا ہے" کلاس روم میں اس پر مباحثہ کریں۔ • طلبہ وطالبات ان قوانین کی فہرست بنائیں جن کی وہ پابندی کرتے ہیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) نظم وضبط سے کیا مراد ہے؟
(۲) قانون کے احترام کا کیا مطلب ہے؟
(۳) سورہ یٰسٓ کی آیات ہمیں کس چیز کا درس دے رہی ہیں؟
(۴) اسلام کا عبادتی نظام ہمیں کیا سبق دے رہا ہے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) اسلام کا عبادتی نظام ہمیں .... کا درس دیتا ہے۔
(۲) کسی بھی حکومت چلانے کے لیے جو قاعدے اور ضابطے مقرر کیے جاتے ہیں۔ انھیں .... کہا جاتا ہے۔
(۳) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کا کوئی بھی حق میرے اوپر ہو تو وہ .... سے لے لے۔
(۴) اچھے شہری کا فرض ہے کہ وہ ملکی .... کا احترام کرے۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) قانون کی پابندی کرنا ہر شہری کا:
(الف) فرض ہوتا ہے۔ (ب) حق ہوتا ہے۔
(ج) کام ہوتا ہے۔ (د) ملک پر احسان ہوتا ہے۔

(۲) ہم انفرادی طور پر نظم وضبط کا مظاہرہ کریں گے تو:
(الف) اجتماعی نظم وضبط پیدا ہوگا۔ (ب) اجتماعی کامیابی ہوگی۔
(ج) اجتماعی بھلائی ہوگی۔ (د) اجتماعی ترقی ہوگی۔

(۳) ”اور سورج اپنی مقرر جگہ پر چلتا ہے“ یہ ترجمہ لیا گیا ہے:
(الف) سورۃ الرحمٰن سے (ب) سورہ یٰسٓ سے
(ج) سورۃ الاخلاص سے (د) سورۃ الانشراح سے

(۴) قانون پر عمل کرنے کی صورت میں ملک چلتا ہے:

(الف) بدنظمی کے ساتھ　　(ب) افراتفری کے ساتھ

(ج) نظم وضبط کے ساتھ　　(د) حقوق کی ادائیگی کے ساتھ

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ قانون کے نفاذ کے حوالے سے	نہایت اہم ہے۔
۲۔ طالب علم کے لئے نظم وضبط کا خیال رکھنا	یکساں ہو۔
۳۔ قوانین کا اطلاق سب پر	نظم وضبط کا خیال رکھے۔
۴۔ ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں	چھوٹے بڑے، امیر وغریب، سیاہ وسفید کا کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔

۵- مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) ہمارا فرض ہے کہ ملکی قوانین کا..

(۲) ایک طالب علم کے لئے نظم وضبط کا خیال رکھنا ....

(۳) نظم اور ضبط سے قانون اور قاعدے کی..

(۴) قانون کی پابندی کرنا ہر شہری کا ....

(۵) کائنات کا پورا نظام..

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کے سامنے نظم وضبط اور قانون کا احترام کرنے کے بارے میں بزرگان دین کی زندگی سے کچھ مزید مثالیں بیان کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ قانون کا احترام کیوں ضروری ہے؟
  - ❖ قانون کے احترام کے فوائد۔
  - ❖ قانون کی خلاف ورزی کے نقصانات۔

۵- اتّحادِ ملّی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اتّحادِ ملی معنی ومفہوم جان کر بیان کر سکیں گے۔
- اتّحادِ ملی کی اہمیت وافادیت سمجھ کر وضاحت کرسکیں گے۔
- روزمرہ زندگی میں اتحادِ ملی کے فروغ میں کردار ادا کرنے والے بن سکیں گے۔

اتحاد کےلفظی معنی اتفاق کرنا،ایک ہونا کے ہیں اورملت کےمعنی دین اورقوم کے ہیں۔

اتّحادِ ملی کا مفہوم: اتّحادِ ملی کا مفہوم ہے عقیدے، نظامِ فکر و عمل اور مقصدِ حیات کی وحدت کی بنیاد پرکسی قوم کا ایک ہو جانا۔ امتِ مسلمہ چوں کہ ایک ہی عقیدہ رکھتی ہے، ان کا نظامِ فکر و عمل اور مقصدِ حیات ایک ہی ہے، اس لیے وہ ایک ملت ہے۔ چاہے اس کے افراد دنیا کے کسی بھی کونے میں آباد ہوں۔ چاہے ان کا کسی بھی رنگ، نسل، زبان یا خطہ ارض سے تعلق ہو۔ جب کہ اسلام کے علاوہ باقی جتنے بھی مذاہب و نظریات کے پیروکار ہیں، ان سب کو ایک الگ ملت قرار دیا گیا ہے۔

اہمیت وضرورت: اس میں کوئی شک نہیں کہ اتّحاد واتفاق میں برکت اور انتشار وافتراق میں بے برکتی ہے۔ اگر ایک گھر کے افراد باہم اتفاق واتّحاد رکھتے ہوں تو ان کے گھریلو حالات درست اور ان کا ماحول پرسکون ہوگا۔ مگر ان کے باہمی اختلاف وانتشار کی صورت میں وہ سکون سے محروم ہوں گے اور ان کا گھریلو ماحول بے چینی واضطراب کا شکار ہوگا۔

اسلام سے پہلے عرب قبائل ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریباں رہتے تھے۔ معمولی بات پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے رہتے تھے۔ ان کی آپس میں سات سو لڑائیاں مشہور ہیں۔ باہمی لڑائیوں کی وجہ سے ان کی قوت پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے ان کی کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی۔ اسلام نے آکر ان کی منتشر قوت کو مجتمع کر دیا۔ ان کو ایک عقیدہ، ایک نظامِ فکر و عمل اور ایک مقصدِ حیات دے کر اس پر اکٹھے کر لیا۔ جس کے نتیجے میں انھوں نے تین براعظموں کے بڑے حصے پر اپنا تسلط جمالیا۔ مادی، روحانی، علمی، تہذیبی، اور تمدنی حوالے سے دنیا کی قیادت کرنے لگے۔ اسی نعمت کو یاد دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ

(آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی، اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ''۔

مِلّی اتحاد کے فروغ میں کردار ادا کرنے والے امور

عقیدۂ وحدت: تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خالق و مالک ایک ہے۔ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اتباع میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ ہدایت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ موت کے بعد زندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ یہ نظریاتی یگانگت مسلمانوں کو اتحادِ ملی کے ایک رشتے سے منسلک کر دیتی ہے۔

عبادتی نظام: مسلمانوں کا عبادتی نظام ان کے اتحادِ ملی کے رشتے کو اور مضبوط کر دیتا ہے۔ ایک ہی مرکز خانۂ کعبہ کی طرف منہ کرکے ایک امام کے پیچھے مسلمان پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں۔ بغیر کسی امتیاز کے سب لوگ کندھا کندھے کے ساتھ ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اور ایک ہی طرح رکوع و سجدہ کرتے ہیں۔ نمازِ جمعہ ہفتے میں ایک دن محلے کے مسلمانوں کو ایک جگہ اکٹھا کرکے ملی اتحاد کا سبق دیتی ہے۔ نمازِ عیدین سال میں دو مرتبہ پورے شہر کے لوگوں کو شہر سے باہر ایک میدان میں جمع کر دیتی ہے۔ زکوٰۃ کی صورت میں مسلمان ایک دوسرے کی مالی مدد کرتے ہیں، جس سے ان کا رشتۂ اخوت مضبوط ہوتا ہے۔ روزہ انھیں اپنے غریب بھائیوں کی امداد، ہمدردی و غمخواری کا درس دیتا ہے۔ ماہِ رمضان کے اختتام پر فطرانہ ملت کے تمام افراد کو عید میں شامل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ حج تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کرکے ایک بین الاقوامی ملی اتحاد کا سبق دیتا ہے۔ غرض ہم اسلام کے عباداتی نظام کو جس پہلو سے دیکھیں ملی اتحاد کے فروغ میں اس کا اہم کردار نظر آتا ہے۔

معاشرتی زندگی کے تمام اعمال میں یکسانیت: مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے جو ہمارے ملی اتحاد کا عظیم الشان مظہر ہے۔ مثلاً: شادی بیاہ، جنازہ، تجہیز و تکفین، حقوق و فرائض، آداب واطوار، رہن سہن، میل جول، خاندانی نظام وغیرہ، ان سب کے سلسلے میں دین اسلام نے جو اصول و قواعد مقرر کیے ہیں تمام مسلمان ان پر یکساں طور پر عمل کرتے ہیں۔

نصب العین کی وحدت: ملی اتحاد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک متفقہ نصب العین دیا ہے اور وہ نصب العین وہی ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کا نصب العین تھا۔ اور وہ ہے ”اقامتِ دین“۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (الشوریٰ: ۱۳)

ترجمہ: ”کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا“۔

یہ نصب العین امتِ مسلمہ کا متفقہ نصب العین ہے، جو مسلمانوں کو آپس میں متحد رکھتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ”اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا“۔ (آل عمران: ۱۰۳)

اتحادِ ملّی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت: اللہ تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ کو اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے کا حکم بار بار دیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں نہ جھگڑو کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھارا اقبال جاتا رہے گا“۔ (الانفال: ۴۶)

حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ارشادات: حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنے بہت سارے ارشادات میں اتحاد ملی کی تعلیم دی ہے، جن میں سے کچھ ذیل میں دیے جاتے ہیں:

- تم مسلمانوں کو باہمی رحم، محبت اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ اگر اس کے ایک عضو میں تکلیف ہو جائے تو بدن کے سارے اعضاء بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔
- مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان سلامتی میں رہیں۔

اتحادِ ملّی وقت کی اہم ضرورت: مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ اپنے اتحاد کے لیے کوئی ایسی حکمت عملی تیار کریں جس کے ذریعے وہ آپس کے اختلافات بھی حل کریں تو دوسری قوموں کے ساتھ پائے جانے والے اختلافات کو بھی حل کرائیں۔ اور اپنی معیشت و معاشرت کو بھی ترقی کی منزل کی طرف لے جائیں اور اپنے نصب العین کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ ہماری قوت، ترقی و خوشحالی کا دارو مدار مکمل طور پر ہمارے ملی اتحاد پر ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اتحادِ ملی کے لیے کوشش کریں اور ہر اس نعرے کی طرف توجہ نہ دیں جو ہمیں زبان، رنگ، نسل اور وطن کے نام پر تقسیم کردے اور ہماری قومی وحدت کو پارہ پارہ کردے۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- اتحادِ ملی کا مقصد ہے عقیدے، نظامِ فکر و عمل اور مقصدِ حیات کی وحدت کی بنیاد پر قوم کا ایک ہو جانا۔
- امتِ مسلمہ چوں کہ ایک ہی عقیدہ، ایک ہی نظامِ فکر و عمل اور مقصدِ حیات رکھتی ہے، اس لیے وہ ایک ملت ہے۔
- قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں اتحادِ ملی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اتحاد و اتفاق میں قوت ہے جب کہ اختلاف و انتشار میں کمزوری ہے۔
- ہمارا عبادتی نظام، ہماری ثقافت و تہذیب، ہماری سوچ کا انداز، اور ہمارے نصب العین کی وحدت ہمیں اتحاد و اتفاق کا درس دے رہی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات	
	• اتحادِ ملی کے موضوع پر مختصر مضمون تحریر کرکے اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔ • اتحادِ ملی کے فروغ میں کردار ادا کرنے والے اہم امور پر کلاس روم میں مباحثہ کریں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) اتحادِ ملی کا مفہوم کیا ہے؟
(۲) اسلام کے علاوہ کتنی ملتیں ہیں؟
(۳) اسلام سے پہلے عرب قبائل کس کے ساتھ دست و گریباں رہتے تھے؟
(۴) مسلمانوں نے اتحادِ ملی کی بدولت کتنے براعظموں پر اپنا تسلط جمالیا تھا؟
(۵) اتحادِ ملی کے متعلق قرآن مجید کی کسی بھی ایک آیت کا مفہوم بتائیں۔

(ހ) [illegible] (ށ) [illegible]

(ނ) [illegible] (ރ) [illegible]

(ބ) [illegible]:

(ހ) [illegible] (ށ) [illegible]

(ނ) [illegible] (ރ) [illegible]

(ޅ) [illegible]:

(ހ) [illegible] (ށ) [illegible]

(ނ) [illegible] (ރ) [illegible]

(ކ) [illegible]:

(ހ) [illegible] (ށ) [illegible]

(ނ) [illegible] (ރ) [illegible]

(އ) [illegible]:

[illegible]- [illegible]

(ބ) [illegible] .... [illegible]

(ޅ) [illegible] .... [illegible]

(ކ) [illegible] .... [illegible]

(އ) [illegible] .... [illegible]

[illegible]- [illegible]

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ نظریاتی یگانگت مسلمانوں کو اتحادِ ملی کے ایک ۲۔ اسلام کے علاوہ باقی جتنے بھی مذاہب و نظریات ۳۔ زکوٰۃ کی صورت میں مسلمان ایک دوسرے کی ۴۔ اور آپ میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ کمزور پڑ جاؤ گے	اور تمھارا اقبال جاتا رہے گا۔ مالی مدد کرتے ہیں۔ کے پیروکار ہیں ان سب کو ایک ملت قرار دیا ہے۔ مضبوط رشتے سے منسلک کر دیتی ہے۔

۵- مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) قرآن مجید میں ہے: اس نے تمھارے دلوں میں ....

(۲) قرآن مجید میں ہے: دین کو قائم رکھنا اور اس میں ....

(۳) قرآن مجید میں ہے: اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور ....

(۴) ارشاد نبوی ہے: اللہ کے بندے آپس میں ....

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کے سامنے اتحادِ ملی کے بارے میں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی احادیث سے کچھ مزید مثالیں بیان کریں۔
- طلبہ و طالبات سے اتحادِ ملی کے سلسلے میں کچھ آیات، احادیث اور مسلمان مفکرین کے اقوال پر مشتمل چارٹ بنوا کر کمرۂ جماعت میں آویزاں کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ اتحادِ ملی کیا ہے؟
  - ❖ اتحادِ ملی کیوں ضروری ہے؟
  - ❖ اتحادِ ملی کے سلسلے میں اسلام کے احکامات کیا ہیں؟

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

[illegible]

[illegible]

([illegible])

٨- [illegible]

اسی طرح اسلام یہ بھی ہدایت دیتا ہے کہ یتیموں کے مال کو اپنے مال سے علیحدہ رکھو۔ ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا نہ دو۔ اور نہ ہی ان کے اچھے مال کے بدلے انھیں اپنا گھٹیا مال دو۔ یہ حرکت گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اور یتیموں کا مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ مال کو برے مال سے نہ بدلو۔ اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ۔ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے''۔ (النساء: ٢)

اسلام یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ اگر یتیم کی سرپرستی کرنے والا خود مفلس و نادار ہو تو یتیم کے مال سے بقدرِ ضرورت لے سکتا ہے، لیکن اگر مالدار ہو تو ہرگز نہ لے۔

ترجمہ: ''جو شخص آسودہ حال ہو اس کو پرہیز رکھنا چاہیے اور جو بے مقدور ہو وہ مناسب طور پر کچھ لے لے''۔ (النساء: ٦)

یتیم کی کفالت اور حسنِ سلوک کی فضیلت: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے ارشادات میں یتیموں کی کفالت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشادِ گرامی ہے:

- مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جائے اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔

اس سے پیغام ملا کہ جو یتیم بچیاں اور بچے ایسے ہیں کہ ان کے پاس وارثوں کا چھوڑا ہوا مال نہیں ہے، اسلامی معاشرے کا اجتماعی فرض ہے کہ ان کی سنبھال رکھیں اور ان کی پرورش اور ان کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کریں یہ بھی اسلامی معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ جب یتیم بچے اور بچیاں جوان ہو جائیں تو مناسب طور پر ان کی شادی بیاہ اور رہائش کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

بیوہ عورتوں کے حقوق: بیوہ ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو۔ اسلام سے پہلے دورِ جہالت میں اور آج بھی دیگر مذاہب میں بیوہ عورت کو مناسب مقام نہیں دیا جاتا لیکن دین اسلام نے بیوہ عورتوں کے حقوق متعین کیے اور انھیں معاشرے میں عزت بھرا مقام دلایا۔ ان کے حقوق میں سے چند درج ذیل ہیں:

- خاوند کی ملکیت سے مقررہ حصہ اسے دلایا گیا۔ اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ۔

- اگر خاوند نے زندگی میں مہر ادا نہ کیا ہو تو اس کے مرنے کے بعد اس کے مال سے پہلے بیوہ کا مہر نکالا جائے گا پھر اس کے باقی مال کو ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں بیوہ کا بھی حصہ ہوگا۔
- خاوند کی وفات کا سوگ/عدت چار ماہ دس دن مقرر کی گئی۔
- عدت ختم ہونے کے بعد اسے اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی گئی اور کسی کو اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی اجازت نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آج کی مہذب و متمدن دنیا میں بیوہ عورتوں کو جتنے بھی حقوق مل رہے ہیں ان کی بنیاد اسلام نے ہی رکھی ہے۔

معذوروں کے حقوق: معذور معاشرے کے ایسے افراد کو کہا جاتا ہے جو اپنی جسمانی یا ذہنی کمزوری یا کچھ اعضاء کھو جانے کی وجہ سے اپنی ضروریات و معمولاتِ زندگی خود پوری نہ کر سکتے ہوں۔ معذوروں کے متعلق حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میں نے اپنے جس بندے کی دونوں آنکھیں لے کر اسے معذوری میں مبتلا کیا پھر اس نے اس پر صبر کیا تو اسے ان کے بدلے جنت عطا کروں گا"۔

حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ایک مصیبت دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے اس کی کوئی مصیبت دور فرمائے گا"۔

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے یہ بھی فرمایا: "کسی بھولے بھٹکے کو یا کسی نابینا کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے"۔

معذوروں کے چند حقوق:

- معذور افراد چوں کہ اپنے معمولات کی انجام دہی خود پورے طور پر نہیں کر سکتے اس لیے صحتمند افراد پر یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ ہر طرح سے ان کا سہارا بنیں۔ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کریں۔ ان کی خدمت کریں۔

معذور کی خدمت کرکے احسان جتانے سے روکا گیا ہے۔

- انھیں معذوری کا احساس دلانے سے بھی روکا گیا ہے۔
- ان پر معذوری کی وجہ سے برے نام رکھنے یا انھیں برے القاب سے پکارنے سے بھی روکا گیا ہے۔ جیسے کسی لنگڑے کو "لنگڑا" کہنے یا نابینا کو "اندھا" کہنے سے روکا گیا ہے۔ کیوں کہ اس سے ان کی دل آزاری ہوگی۔
- اگر کسی معذور کا رشتے دار یا مددگار نہ ہو تو یہ ریاست کی ذمہ داری ہوگی کہ معذوروں کا خیال رکھے، ان کے سنبھالنے کے لئے ادارے بنائے۔

اس سے پیغام ملا کہ اسلام تمام انسانوں کے ساتھ حسن وسلوک ہمدردی وتعاون کا درس دیتا ہے۔ لیکن ہماری ہمدردی وتعاون کے سب سے زیادہ مستحق وہ افراد ہیں جو کسی معذوری کا شکار ہیں۔

مسافروں کے حقوق: مسافر ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام کاج یا ضرورت وحاجت کی وجہ سے گھر سے دور چلا جاتا ہے۔ مسافر انسان اپنے گھر سے دور رہنے کی وجہ سے وقتی طور پر آرام وآسائش سے محروم رہتا ہے۔
قرآن مجید نے جن لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں مسافر کا حق ادا کرنے کی بھی تاکید کی ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ (الروم: ۳۸)

ترجمہ: ''تو اہلِ قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو''۔
مسافر کی دو اقسام ہیں: (۱) ایک وہ جو ہمارے پاس بطور مہمان ٹھہرے (۲) دوسرا وہ جس کے ساتھ ہم شریکِ سفر ہوں۔

بطورِ مہمان ٹھہرنے والے مسافر کے حقوق: مہمان مسافر کے بارے میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: ''جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے''۔ مہمان کے اکرام میں بہت ساری چیزیں شامل ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- ایسے مسافر کا خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا جائے، سلام میں پہل کی جائے اور اس سے مہذب طریقے سے پیش آیا جائے اور اس کا احترام کیا جائے۔
- اس کے کھانے پینے اور مناسب آرام کا بندوبست کیا جائے۔
- اگر مسافر مالی طور پر ضرورت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری کی جائے۔
- مسافر کو رخصت کرتے وقت کچھ دور اس کے ساتھ چلا جائے اور دعاؤں کے ساتھ اسے الوداع کیا جائے۔

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ مسافروں کو اس دعا کے ساتھ رخصت فرماتے تھے:

''میں تمھارے دین، امانت اور خاتمۂ عمل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں''۔

شریکِ سفر کے حقوق: جن لوگوں کے ساتھ ہم سفر کرتے ہیں ہم پر ان کے بھی کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔
قرآن مجید میں ارشاد ہے:
ترجمہ: ''اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں کے ساتھ احسان کرو''۔ (النساء: ۳۶)

ہمسفر کے کچھ حقوق یہ ہیں:

- ہم سفر کے ساتھ خوش دلی کا مظاہرہ کیا جائے۔
- خوشگوار اور پر امن ماحول میں سفر جاری رکھا جائے لڑائی جھگڑے سے گریز کیا جائے ۔
- ہم سفر سے خدمت لینے کے بجائے اس کی خدمت کرنے کو ترجیح دی جائے۔
- ایثار و قربانی کا معاملہ کیا جائے، ساتھی مسافر کو اپنی طرف سے کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کیا جائے۔
- اپنی ضرورت سے زائد چیز اپنے مسافر بھائی کو دی جائے۔

اس طرح کے باہمی تعاون سے سفر خوشگوار گزرتا ہے، ایک دوسرے کی ضرورت بھی پوری ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی راضی رہتا ہے۔

اس سے پیغام ملا کہ اسلام مسافر کی عزت کرنے، مدد کرنے اور اس کی ضروریات پوری کرنے کا حکم دیتا ہے۔اور حتی المقدور اس کی خدمت کرنی چاہیے۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

• یتیم اس کمسن بچے یا بچی کو کہا جاتا ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔ • بیوہ ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو۔ • معذور ایسے افراد کو کہا جاتا ہے جو اپنی جسمانی یا ذہنی کمزوری یا بعض اعضاء کھو جانے کی وجہ سے اپنی ضروریات و معمولاتِ زندگی خود پوری نہ کر سکتے ہوں۔ • مسافر ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام کاج یا ضرورت وحاجت کی وجہ سے گھر سے دور چلا جاتا ہے۔ • اسلام ان تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ • اسلام معاشرے کے ہر فرد کو یہ تاکید کرتا ہے کہ وہ جانی، مالی اور اخلاقی طرح سے ان کی مدد کرے۔ • اسلام حکمرانوں پر لازم قرار دیتا ہے کہ معاشرے کے ایسے بے سہارا افراد کا تدارک کریں۔ ان کی ضروریات وسہولیات کا خیال رکھیں، تاکہ وہ بھی اس دنیا میں اپنی زندگی عزت بھرے طریقے سے گزار سکیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات	• اس سبق کا خلاصہ خوشخطی میں لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) یتیم کس کو کہتے ہیں؟
(۲) بیوہ کا مطلب کیا ہے؟
(۳) معذور کے معنی کیا ہیں؟
(۴) مسافر کس کو کہا جاتا ہے؟
(۵) حقوق اللہ سے کیا مراد ہے؟
(۶) حقوق العباد سے کیا مراد ہے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) ہماری ہمدردی و تعاون کے سب سے زیادہ مستحق وہ افراد ہیں جو کسی............... کا شکار ہیں۔
(۲) کسی بھولے بھٹکے کو یا کسی نابین کو راستہ بتانا بھی............... ہے۔
(۳) قرآن مجید میں ارشاد ہے: اہلِ قرابت، محتاجوں اور............... کو ان کا حق دیتے رہو۔
(۴) میں تمھارے دین، امانت اور خاتمہ عمل............... کے سپرد کرتا ہوں۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ یتیموں کے مال کو اپنے مال سے:
(الف) علیحدہ رکھو۔ (ب) ملا لو۔ (ج) ملا کر کھاؤ۔ (د) بہتر سمجھو۔

(۲) مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ:
(الف) بد سلوکی کی جائے۔ (ب) بھلائی کی جائے۔
(ج) نرمی کی جائے۔ (د) سختی کی جائے۔

(۳) اولاد ہونے کی صورت میں شوہر کی ملکیت میں بیوہ کا حصہ ہے:
(الف) آدھا۔ (ب) چوتھا۔ (ج) چھٹا۔ (د) آٹھواں۔

(۴) قرآن مجید کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں کے ساتھ کرو:

(الف) عدل۔ (ب) احسان۔ (ج) ہمدردی (د) خوش دلی کا مظاہرہ۔

(۵) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ کسی بھولے بھٹکے کو یا کسی نابینا کو راستہ بتانا بھی:

(الف) جہاد ہے۔ (ب) صدقہ ہے۔ (ج) عدل و احسان ہے۔ (د) حُسن معاشرت ہے۔

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ مسافر کو رخصت کرتے وقت کچھ دور اس کے ساتھ ۲۔ ہم سفر سے خدمت لینے کے بجائے ۳۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت دور کرے گا تو اللہ ۴۔ اولاد ہونے کی صورت میں، بیوہ کو آٹھواں	اس کی خدمت کرنے کو ترجیح دی جائے۔ چلا جائے اور دعاؤں کے ساتھ اسے الوداع کیا جائے۔ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ دیا جائے گا۔ قیامت کی مصیبتوں میں سے اس کی کوئی مصیبت دور فرمائے گا۔

۵۔ مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ ....

(۲) بیوہ کا اولاد نہ ہونے کی صورت میں ....

(۳) معذور ایسے افراد کو کہا جاتا ہے جو ....

(۴) ترجمہ قرآن مجید ہے کہ: "اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں کے ساتھ ....

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کے درمیان یتیم، بیوہ، معذور اور مسافروں کے حقوق کے بارے میں مذاکرہ کا اہتمام کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ یتیم کے حقوق کی فہرست/نوٹ۔
  - ❖ یتیموں کے مدد کرنے کا جذبہ۔
  - ❖ بیوہ عورتوں کے حقوق کی فہرست/نوٹ۔
  - ❖ بیوہ عورتوں کی مدد کرنے کا جذبہ۔
  - ❖ معذور افراد کے حقوق کی فہرست/نوٹ۔
  - ❖ معذوروں کے ساتھ مدد کرنے کا جذبہ (معاشرہ میں کار آمد شہری بنانا)
  - ❖ مسافروں کے حقوق کی اہمیت/فہرست/نوٹ۔

باب پنجم ہدایت کے سرچشمے / مشاہیرِ اسلام

تعارف

انسانوں میں کچھ ایسے انسان ہوتے ہیں جو مضبوط ایمان، اعلیٰ اخلاق، بلند کردار، بڑی ہمت، عظیم حوصلے، نہایت بہادری اور جرأت کے مالک ہوتے ہیں۔ جو اپنی فکری، علمی، دینی، ملّی، سیاسی اور سماجی خدمات کے حوالے سے دوسرے انسانوں کے لیے بہترین نمونہ اور مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے سوانحی حالات اور کارناموں کو پڑھنے سے دل میں محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ لوگ انھیں اپنا نمونۂ عمل سمجھ کر ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور اسی میں اپنی سعادت اور کامیابی سمجھتے ہیں۔

ایسی شخصیات میں سے سیدۃ النساء خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ، بو علی ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، جیسی عظیم شخصیات بھی ہیں۔

مقاصد

اس باب میں جن عظیم شخصیات کا تعارف اور سوانحی حالات وخدمات بیان کی گئی ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ ہماری نئی نسل ان شخصیات کے حالات اور کارناموں سے واقف ہو سکے اور اپنے اندر ان کے لیے محبت کے جذبات پیدا کر سکے اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر اپنا مستقبل سنوار سکے۔

۱۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات زندگی جان کر بیان کر سکیں گے۔
- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شخصیت و مقام و مرتبے کو سمجھ کر وضاحت کر سکیں گے۔
- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ذات کو اعلیٰ نمونہ سمجھتے ہوئے ان کے نقشِ قدم پر چلنے سے معاشرے پر مرتب ہونے والے مثبت اثرات پیش کر سکیں۔

ابتدائی حالات: خاتون جنت سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام نبیوں کے سردار نبی اکرم حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نہایت پیاری صاحبزادی تھیں۔

ولادت: مستند روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش بعثتِ نبوی سے پانچ سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی، جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر ۵۰ سال تھی اور آپ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے سب سے چھوٹی تھیں۔

القاب: آپ کے کئی القابات تھے، جن میں سے "سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ"، "سَیِّدَۃُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ"، "زہراء"، "بتول" اور "طاہرہ" مشہور ہیں۔

بچپن اور ابتدائی حالات: بچپن ہی سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں بہت زیادہ سنجیدگی اور سادگی تھی۔ کھیل کود میں ان کا جی نہیں لگتا تھا اور نہ ہی اپنے قبیلے کے گھروں میں جانا پسند کرتی تھیں۔ وہ ہمیشہ اپنے والدین کے پاس ہی رہتی تھیں۔ ان کی یہ سادگی، فہم اور عقلمندی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو بے حد پسند تھی۔ اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ان کو بتول (دنیا سے قطع تعلق کی ہوئی) کہا کرتے تھے۔ ان کی پرورش وتربیت حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے گھر کے مبارک ماحول میں ہوئی اور اپنی والدہ محترمہ کی نگرانی میں سن شعور کو پہنچیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اگرچہ دن رات دعوت وتبلیغ میں مصروف رہتے تھے تاہم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ان کے لیے خصوصی وقت نکال لیا کرتے تھے۔

شادی: ہجرت مدینہ کے بعد حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے طے کر دی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان دنوں بے سروسامانی کے حالت میں تھے، ان کے پاس صرف ایک گھوڑا اور ایک زرہ تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ہدایت کے مطابق اپنی زرہ چار سو اسی درہم میں بیچ دی جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید لیا اور پھر یہی زرہ بطور ہدیہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو واپس دے دی۔

حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے زرہ کی رقم سے شادی کا انتظام کیا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے خطبہ نکاح پڑھا اور آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی جہیز مہر چار سو درہم چاندی مقرر کی اور خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ یوں سن ۲ ہجری میں غزوہ بدر کے کچھ عرصہ بعد آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نہایت سادگی کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی شخصیت اور فضائل: حضرت فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا نہایت عمدہ عادات وخصائل کی مالکہ تھیں۔ وہ بہت متقی، پرہیز گار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ وہ اپنے گھر کے تمام کام کاج خود انجام دیتیں اور اس دوران ذکر الٰہی میں مشغول رہتیں۔ اگرچہ وہ خود کئی کئی دن فاقے سے ہوتیں لیکن سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتیں۔ آپ ہمیشہ سے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بول چال، لباس اور اپنے تمام انداز میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی پوری پیروی کرتی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں: میں نے تمام حرکات وسکنات میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے سب سے زیادہ مشابہ فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ہی کو پایا۔ جب آپ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آتیں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ان کا استقبال فرماتے، انھیں "مرحبا" کہتے اور بڑی عزت کے ساتھ انھیں اپنے قریب بٹھاتے، اور جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بھی اسی پرتپاک انداز میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے ملتیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ: "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں، جس نے اسے خوش کیا تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے اسے ناراض کیا تو مجھے ناراض کیا"۔ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جب سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں جس سے مل کر جاتے وہ حضرت فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس سے ملتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ہی ہوتیں۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ حضرت فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر ذکر الٰہی جاری ہے۔

انھوں نے جو لباس زیب تن کیا ہوا تھا اس پر کئی پیوند تھے۔ یہ منظر دیکھ کر نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "فاطمہ (رَضِیَ اللہُ عَنْہَا) دنیا کی تکلیف کا صبر سے مقابلہ کرو اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا اچھا اجر دے گا"۔

ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ، حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ہاں مہمان ہوئے، جب دستر خوان بچھایا گیا تو حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا: "یہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کو بھجوا دو، وہ کئی دنوں کے فاقے سے ہے"۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ عَنْہَا بھی آپ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خبر گیری میں پیش پیش رہتی تھیں۔ غزوہ احد کے موقع پر جب

[illegible]

مشق

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت کب ہوئی؟
(۲) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام کیا تھا؟
(۳) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے القاب بتائیں؟
(۴) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام کیا تھا؟
(۵) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے نام بتائیں۔

۲۔ خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اگرچہ خود کئی کئی دن فاقے سے ہوتیں لیکن کسی .... کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتیں۔
(۲) سن...... ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا حضرت ابوالحسن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔
(۳) جنگ احد میں حضرت....... نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے زخموں پر رکھی تھی۔

۳۔ صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھیں:

(الف) پہلی اولاد　　(ب) دوسری اولاد
(ج) تیسری اولاد　　(د) سب سے چھوٹی اولاد

(۲) ایک مستند روایت کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے وقت حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر تھی:

(الف) ۳۵ سال　(ب) ۴۵ سال　(ج) ۴۰ سال　(د) ۴۱ سال

(۳) حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت عمر مبارک تھی:

(الف) تقریباً ۲۴ سال　　(ب) تقریباً ۲۹ سال
(ج) تقریباً ۳۴ سال　　(۴) تقریباً ۳۹ سال

(۴) حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا:

(الف) یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھجوادو　　(ب) یہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھجوادو

(ج) یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھجوادو　　(د) یہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بھجوادو

۴- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
ا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے ذریعے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نسل کو باقی رکھا۔		
۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس شادی کے وقت ایک گھوڑا اور ایک زرہ تھی، آپ نے زرہ بیچ کر شادی کا انتظام کیا۔		
۳۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھا۔		

۵- کالم-ا کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-ا	کالم-۲
ا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پیدائش بعثت نبوی سے ۲۔ "بتول" کے معنی ہیں ۳۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کئی القابات تھے، ۴۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا	جن میں سے ایک "سیدۃ نساء اہل الجنۃ" ہے۔ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ پانچ سال قبل ہوئی۔ دنیا سے قطع تعلق کیے ہوئے۔

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ وطالبات کو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے مختصر مضمون تحریر کروائیں:
  - ❖ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شخصیت، القاب، شادی، اولاد۔
  - ❖ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رتبہ و مقام۔
  - ❖ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کردار کی خوبیاں۔

۲۔ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- محمد بن قاسم کے حالات زندگی جان کر بیان کر سکیں گے۔
- فاتحِ سندھ کی شخصیت اور اس کے کارناموں اور بہادری و شجاعت سمجھ کر وضاحت کر سکیں گے۔
- آپ کے نقش قدم پر چل کر ملت اسلامیہ کے لیے کی جانے والی خدمات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر سکیں گے۔

ولادت اور ابتدائی حالات: عرب کے نامور سپہ سالار، فاتحِ سندھ محمد بن قاسم، اسلامی تاریخ کے قابلِ فخر فرزند ہیں۔ ان کا پورا نام عماد الدین محمد بن قاسم ثقفی تھا۔ وہ سن ۷۵ھ بمطابق ۶۹۴ ع میں طائف میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد قاسم بصرہ کے گورنر تھے۔ اس وقت بصرہ ایک بڑا علمی، ثقافتی اور عسکری مرکز تھا۔ محمد بن قاسم نے طائف اور بصرہ میں تعلیم پائی۔ محمد بن قاسم تقریباً پانچ سال کی عمر کے تھے کہ ان کے والد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ محمد بن قاسم اپنی صلاحیتوں اور مہارتوں کی وجہ سے ۱۴ سال کی عمر میں دمشق کی فوج میں بھرتی ہوئے اور وہاں عسکری تربیت حاصل کی اور اپنی قابلیت کی بنیاد پر فوج میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ محمد بن قاسم ایک حوصلہ مند، بہادر اور مضبوط ارادے کے مالک نوجوان تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت بلند اخلاق شیریں بیان اور ہنس مکھ شخصیت کے حامل تھے۔ فوج میں بڑی عمر کے لوگ بھی ان کی بے حد عزت کیا کرتے تھے۔

یہ وہ دور تھا جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ دنیا کے دور دراز مقامات تک پھیل گیا تھا۔ سندھ کو فتح کرنے کی کوششیں اگرچہ دیگر خلفاء کے زمانے میں بھی کی گئیں تاہم سندھ کی فیصلہ کن فتح ولید بن عبد الملک اموی کے زمانے میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں ہوئی۔

فتحِ سندھ کے اسباب: فتحِ سندھ کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، مگر سندھ پر حملے کا فوری سبب یہ بنا کہ جزیرہ سرندیپ میں کئی مسلمان تاجر اپنے اہل وعیال کے ساتھ آباد تھے، جن میں سے کچھ تاجروں کا انتقال ہو گیا۔ یہاں کا راجا مسلمانوں کے خلیفہ سے تعلقات استوار کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے خلیفہ کے دربار میں قربت حاصل کرنے

کے لیے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان تاجروں کی بیواؤں اور یتیم بچوں کو تحفے تحائف دے کر بحری جہاز میں کوفہ کی طرف روانہ کیا، اس جہاز میں کچھ حاجی بھی سوار تھے۔ مخالف ہواؤں کی وجہ سے یہ جہاز سندھ کے ساحلی بندر "دیبل" پر پہنچ گیا۔ دیبل میں راجہ داہر کا ایک گورنر تھا۔ ان لوگوں نے مسلمان مسافروں کو بے دردی سے لوٹ لیا، ان کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا۔ ایک دو مسلمان کسی طرح جان بچا کر نکل گئے اور عراق کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کو پوری صورتحال سے آگاہ کیا اور اسے یہ بھی بتایا کہ جب ایک بیوہ مسلمان عورت سے سامان لوٹا جا رہا تھا تو اس نے دہائی دیتے ہوئے کہا تھا:

یَا حَجَّاجُ! اَغِثْنِی.

ترجمہ: اے حجاج! میری مدد کر۔

حجاج بن یوسف پر اس واقعے کا بہت اثر ہوا۔ اس نے اس عورت کی آواز پر فوراً "لبیک" کہا اور سندھ کے راجا داہر کے نام ایک خط لکھا کہ ہمارے لوگوں کو باعزت طریقے سے رہا کیا جائے اور ان کا مال واسباب بھی واپس کیا جائے اور مجرموں کو سزا دی جائے۔ راجا داہر نے بڑی بے رخی سے جواب میں لکھا کہ یہ کام بحری قزاقوں کا ہے جن پر اس کا کچھ بس نہیں چلتا، خود آ کر اپنے قیدی آزاد کرا جاؤ اور لوٹا ہوا مال واپس کرا لو، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ لوٹے ہوئے مسلمان راجا داہر کے دیبل بندر والی جیل میں قید تھے۔ یہ جواب پا کر حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملے کی منصوبہ بندی کی، پہلے یکے بعد دیگرے دو سپہ سالار (عبد اللہ بن نبہان اسلمی اور بدیل بن طہفہ بجلی) بھیجے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

محمد بن قاسم اور سندھ کی فتوحات: پھر حجاج بن یوسف نے اپنے چچازاد بھائی کے بیٹے محمد بن قاسم کو حکم دیا کہ وہ سندھ کی طرف پیش قدمی کرے۔ اس وقت محمد بن قاسم کی عمر صرف ۱۷ برس تھی۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کی مدد کے لیے چھ ہزار فوج ضروری جنگی آلات کے ساتھ روانہ کی۔ اس فوج میں گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ ساتھ پانچ منجنیقیں بھی شامل تھیں، جو دشمن کے قلعوں پر بھاری پتھر برسانے کے کام آتیں تھیں۔ ان میں سب سے بڑی منجنیق کا نام "عَروس" تھا۔ جب محمد بن قاسم شیراز سے مکران پہنچا تو مکران کے مسلمان گورنر نے مزید تین ہزار فوج اسے دے دی۔ اب نو ہزار سپاہ کے ساتھ محمد بن قاسم دیبل پہنچے۔

دیبل بندرگاہ کی فتح: سن ۹۲ھ کے آخر میں محمد بن قاسم نے دیبل کی بندرگاہ کا محاصرہ کیا۔ یہ محاصرہ چھ ماہ جاری رہا لیکن شہر فتح ہونے میں نہ آتا تھا۔ آخر کار حجاج بن یوسف کی ہدایت کے مطابق منجنیق کو ایک خاص زاویہ پر نصب

دیبل قلعے کے آثارِ قدیمہ

کرکے شہر پر سنگباری شروع کی گئی۔ اسی دوران محمد بن قاسم کو معلوم ہوا کہ جب تک شہر کے وسط کا گنبد محفوظ ہے شہر والوں کے حوصلے بلند رہیں گے۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے خصوصی طور پر گنبد کو نشانہ بنایا۔ گنبد گرنے سے اہل شہر کے حوصلے پست ہوگئے اور راجہ داہر کا حاکم شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے مسلمان قیدیوں اور بدھ مت کے پجاریوں کو ظالم ہندوؤں سے نجات دلائی۔ اس سے بدھ مت کے حامی کھلم کھلا مسلمانوں کی حمایت کرنے لگے۔ محمد بن قاسم نے اس علاقے کا نظم ونسق درست کیا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ دیبل کی فتح سے پہلی مرتبہ مسلمانوں کے قدم سندھ میں مضبوطی سے جم گئے۔ ابھی محمد بن قاسم کا مقابلہ راجا داہر سے نہ ہوا تھا۔

محمد بن قاسم اور راجہ داہر کے درمیان معرکہ: سندھ کا بادشاہ راجہ داہر دریائے سندھ کے بائیں کنارے روہڑی سے پانچ میل کے فاصلے پر اروڑ قلعے کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا، اس لیے محمد بن قاسم نے اپنی فنی مہارت اور حکمت عملی سے کشتیوں کا پل باندھ کر دریائے سندھ کو پار کیا۔ یکم رمضان ۹۳ھ بمطابق گیارہ جون ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم اور راجا داہر کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔ راجہ داہر ایک سو ہاتھیوں، دس ہزار زرہ پوش سواروں اور تیس ہزار پیدل فوج کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے مقابلے پر آیا تھا، جب کہ محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی، جن میں تین ہزار سندھی فوجی تھی۔ دس دن تک مقابلہ جاری رہا۔ منہ زور ہاتھیوں کے سامنے مسلمانوں کا زور نہ چلتا تھا۔ آخر دسویں روز مسلمانوں نے ہاتھیوں پر سرنج کے ذریعہ آتش گیر مادہ پھینکنا شروع کیا، جس سے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ راجہ داہر کا ہاتھی بھی میدان چھوڑ کر بھاگا اور ایک قریبی جھیل میں جا کر بیٹھ گیا۔ راجہ داہر ہاتھی سے اتر کر پیادہ لڑتا رہا یہاں تک کہ ایک عرب مجاہد نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد مسلمان فاتحانہ انداز میں قلعے میں داخل ہوگئے۔ لڑنے والوں کے علاوہ، پر امن شہریوں پر حملہ نہیں کیا گیا۔ اس جنگ میں بہت سارا مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور اس طرح ۱۰ رمضان ۹۳ھ بمطابق ۲۰ جون ۷۱۲ء کو مسلمانوں نے سندھ کے راجا کو شکست دے دی۔

محمد بن قاسم کا طرزِ حکومت: محمد بن قاسم نے ساڑھے تین سال سندھ میں گزارے۔ اپنی فتوحات کا آغاز دیبل بندر سے شروع کیا اور اختتام ملتان میں کیا۔ اس دوران محمد بن قاسم نے سندھ میں جو حکومت قائم کی وہ امن وامان اور عدل وانصاف میں اپنی مثال آپ تھی۔ محمد بن قاسم نے تمام علاقوں میں مسجدوں کا جال بچھا دیا۔ ہندوؤں کو مذہبی آزادی دی اور انھیں مندر قائم کرنے کے لئے جاگیریں دیں۔ مفتوحہ علاقوں کے سابقہ حکمرانوں کو اطاعت کی شرط پر اپنے عہدوں پر برقرار رکھا۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے ایک مؤثر نظام قائم کیا، کسانوں کو ہر طرح کی زرعی سہولتیں فراہم کیں۔ جس کسان کی پیداوار کم ہوتی اس کا لگان معاف کر دیا جاتا۔ غرض یہ کہ انھوں نے اپنے دورِ حکومت میں رعایا کی خوشحالی کا ہر طرح خیال رکھا۔ محمد بن قاسم کے اس طرزِ حکومت کی وجہ سے وہ عوام میں ہر دلعزیز ہوگئے۔ محمد بن قاسم نے سندھ میں اعلان کر دیا کہ جو چاہے مسلمان ہو جائے اور جو چاہے اپنے مذہب پر قائم رہے۔ محمد بن قاسم کی اس رواداری کا علاقے کے لوگوں پر بہت اثر ہوا اور بہت سارے لوگ اپنی خوش دلی سے مسلمان ہوگئے۔

محمد بن قاسم کی شخصیت اہلِ سندھ کی نظر میں: محمد بن قاسم کی شخصیت اہلِ سندھ کی نظر میں بہت محبوب شخصیت رہی ہے۔ اس لیے کہ محمد بن قاسم نے اہلِ سندھ کو اسلام جیسی نعمت سے روشناس کرایا۔ جس کی وجہ سے اہلِ سندھ بت پرستی اور توہم پرستی کے بجائے توحید پرستی سے آگاہ ہوئے۔ انھیں اپنی عزت، عظمت اور وقار کا احساس ہوا۔ اہلِ سندھ جو پہلے برہمنی دور میں مذہبی اونچ نیچ کا شکار تھے، محمد بن قاسم نے ہر شخص کو مذہبی اور فکری آزادی دلائی اور انسانی مساوات کی تعلیم دی، بلکہ عملی طور پر ایسا نظام قائم کرکے دکھایا جس میں سارے انسان برابری کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے ایسا عدالتی نظام جاری کیا جس میں امیر و غریب کا کوئی فرق نہیں تھا۔ جس نے رواداری، رحم و کرم، عفو و درگزر، فیاضی و سخاوت کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ اہلِ سندھ نے کبھی بھی کسی فاتح سے ایسی مثالیں نہیں دیکھی تھیں۔ محمد بن قاسم نے نہ صرف علاقوں کو فتح کیا تھا بلکہ اپنے کردار کے ذریعے اہلِ سندھ کے دلوں کو فتح کیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ سندھ کے بہت سارے لوگوں نے محمد بن قاسم کو خوش آمدید کہا تھا اور جوق در جوق اسلام لائے تھے اور رضاکارانہ طور پر اس کی فوج میں شامل ہوئے تھے اور انھیں اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ محمد بن قاسم کی وجہ سے یہاں باقاعدہ اسلام کی تبلیغ ہوئی، اور بہت سے علماء، محدث، مفسر اور صوفی پیدا ہوئے جنھوں نے اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا اور پورے برصغیر میں اسلام کو پھیلایا۔ محمد بن قاسم کی وجہ سے برّ صغیر میں سب سے پہلے باقاعدہ طور پر اسلام کا آغاز سندھ سے ہوا اور سندھ میں ہی پہلی اسلامی ریاست کا قیام

ہوا، اس لیے سندھ کو "باب الاسلام" کا خطاب ملا۔ اس لیے اہلِ سندھ ہمیشہ فاتحِ سندھ محمد بن قاسم کے مداح اور شکر گزار رہے ہیں اور انھیں عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ سندھ کے لوگوں کو جب ان کی موت کی اطلاع ملی تو ان لوگوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ لوگ زار و قطار رو رہے تھے اور محمد بن قاسم کو یاد کر رہے تھے۔ محمد بن قاسم نے سندھ کو اسلام کا گہوارا بنایا، اسلام کی تاریخ میں ان کا یہ کارنامہ قیامت تک سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

• محمد بن قاسم ایک نامور نوجوان عرب سپہ سالار تھے، جس نے ۷۱۲ع سے لے کر ۷۱۵ع تک سندھ کے برہمن راجہ داہر اور اس کے حامیوں سے لڑائی کرکے سندھ کو فتح کیا تھا۔ • محمد بن قاسم نے مسلمان عرب قیدیوں کو راجہ داہر کی قید سے آزاد کرایا اور سندھ میں دین اسلام کی اشاعت کی اور برصغیر میں پہلی اسلامی ریاست سندھ میں قائم کی، جس میں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ فرمایا۔ اسی وجہ سے سندھ کو "باب الاسلام" کہتے ہیں۔ • محمد بن قاسم نے اہل سندھ سے بہت ہی عمدہ اور اچھا سلوک فرما کر ان کے دل جیت لیے تھے، اس لیے سندھ کے بہت سارے لوگوں نے دل کی خوشی کے ساتھ اسلام قبول کیا اور آپ کے ساتھ دلی محبت اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ سندھ کے لوگ آج تک محمد بن قاسم کو یاد رکھے ہوئے ہیں اور انھیں اپنا محسن شمار کرتے ہیں اور اسلام سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات	• محمد بن قاسم کی شخصیت پر ایک مضمون تحریر کرکے اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) محمد بن قاسم کی ولادت کب ہوئی؟
(۲) محمد بن قاسم کتنی عمر میں فوج میں بھرتی ہوئے؟
(۳) فتح سندھ کا فوری سبب کیا تھا؟
(۴) محمد بن قاسم نے دیبل کی فتح کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی تھی؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) محمد بن قاسم اور راجا داہر کے درمیان .... قلعے کے قریب لڑائی ہوئی۔
(۲) اس وقت محمد بن قاسم کی فوج کی تعداد .... تھی۔
(۳) محمد بن قاسم نے ۱۰ رمضان .... ھ میں سندھ کے راجا داہر کو شکست دی۔
(۴) سندھ کو............... کا خطاب ملا۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف نے جو فوجی دیے تھے ان کی تعداد تھی:
(الف) ۴۰۰۰۔ (ب) ۵۰۰۰۔ (ج) ۶۰۰۰۔ (د) ۹۰۰۰۔

(۲) شہر دیبل کا گھیراؤ رہا:
(الف) ۶ ماہ۔ (ب) ۴ ماہ۔ (ج) ۲ ماہ۔ (د) ۳ ماہ۔

(۳) محمد بن قاسم کے پاس جو منجنیقیں تھیں ان کی تعداد تھی:
(الف) ۳۔ (ب) ۴۔ (ج) ۵۔ (د) ۶۔

(۴) راجا داہر محمد بن قاسم سے مقابلے کے وقت سوار تھا:
(الف) گھوڑے پر۔ (ب) اونٹ پر۔ (ج) ہاتھی پر۔ (د) خچر پر۔

۴۔ درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱۔ محمد بن قاسم نے سندھ میں جو حکومت قائم کی وہ امن و امان اور عمل و انصاف میں اپنی مثال آپ تھی۔		
۲۔ محمد بن قاسم نے اہلِ سندھ کے ساتھ روادارانہ سلوک کیا اور انھیں مذہبی آزادی دے دی۔		
۳۔ راجا داہر بدھ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔		

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کو محمد بن قاسم اور فتحِ سندھ کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔

۳۔ بو علی ابن سینا

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- بو علی سینا کے ابتدائی حالات زندگی جان کر بیان کر سکیں گے۔
- بو علی سینا کے علمی کارناموں کو سمجھ کر وضاحت کر سکیں گے۔
- بو علی سینا کے نقشِ قدم پر چلنے سے معاشرے پر پڑنے والے مثبت اثرات بیان کر سکیں گے۔

ہمدان میں بو علی ابن سینا کا مقبرہ

ابتدائی حالات: بو علی ابن سینا دنیائے اسلام کے نامور طبیب، مشہور مسلم سائنسدان، فلسفی، ماہرِ فلکیات، ماہرِ حیاتیات و طبیعیات، ریاضی دان کے علاوہ ماہرِ علم تشریح الاعضاء، علم العلاج، علم الامراض اور علم الادویہ بھی تھے۔

بو علی ابن سینا کا اصل نام حسین بن عبد اللہ بن علی بن سینا تھا۔ وہ بو علی سینا اور ابن سینا کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس کا لقب الشیخ الرئیس تھا۔ وہ بخارا کے ایک گاؤں "اَفشَنَہ" میں ۳۷۰ھ بمطابق ۹۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ چھ برس کی عمر میں وہ اپنے والد کے ساتھ بخارا پہنچے، جہاں ان کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا۔

علمی کارنامے: بو علی ابن سینا نے فلسفہ، علمِ طب، علمِ فقہ، تصوف، شعر وادب غرض ہر موضوع پر کتابیں لکھیں، لیکن ان کی اصل شہرت کا باعث ان کی یہ دو کتابیں تھیں۔ (۱) القانون فی الطب (۲) کتاب الشفاء

القانون فی الطب: بو علی ابن سینا کی یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل تھی۔ یہ کتاب علم تشریح الاعضاء، منافع الاعضاء اور علم العلاج پر ایک مکمل اور مستند کتاب ہے۔ القانون کی پہلی جلد میں جسم کے تمام اعضاء اور ان کے اعمال

کی مکمل تفصیل ہے۔ دوسری جلد میں تمام جڑی بوٹیوں، دواؤں کے خواص، اثرات، مشاہدات اور تجربات بیان کیے گئے ہیں۔ تیسری اور چوتھی جلد میں انسانی امراض کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ نیز ان کے اسباب اور علامات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ القانون کی پانچویں جلد میں مختلف امراض سے متعلق نسخے اور دوائیں تجویز کی گئی ہیں۔

کتاب الشفاء: اس کتاب میں بو علی ابن سینا نے منطق، طبیعیات، ریاضیات اور الٰہیات پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اسی طرح تدبیرِ منزل، قیامِ ریاست، سیاسیات، معاملات اور اخلاقیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

بو علی ابن سینا کو علمِ ریاضی سے بہت لگاؤ تھا وہ علمِ مساحت (پیمائش) میں مہارت رکھتے تھے۔

علمِ کیمیا کے معاملے میں بو علی ابن سینا کے نظریات اپنے ہم عصروں سے جداگانہ تھے۔ ان کے خیال میں پارہ، چاندی یا کسی اور دھات کو کیمیاوی عمل سے سونے میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

بو علی ابن سینا نفسیاتی طریقہ علاج کے بھی ماہر تھے۔ انھوں نے ہی سب سے پہلے علم النفس (سائیکالوجی) کو فنِ طب میں شامل کیا۔ اس سلسلے میں بو علی ابن سینا کا یہ نظریہ تھا کہ انسانی جذبات جیسے خوشی، غم، غصہ، فکر اور دیگر احساسات وجذبات کا تعلق دل کی بناوٹ سے ہے۔ ان احساسات کے پیدا ہونے میں خون کی مختلف اقسام اور بدن کی دیگر رطوبتوں کا بھی گہرا تعلق ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ دشمنی، بزدلی اور بخل وغیرہ کو طبّی طریقوں سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ حیاتیات سے متعلق ان کا نظریہ یہ تھا کہ پوری کائنات میں زندگی کو قبول نہ کرنے والے اجسام کی تعداد بہت کم ہے، جب کہ حیات کو قبول کرنے والے اجسام کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ پہلے سائنسدان ہیں، جنھوں نے روشنی کی حد کو ثابت کیا اور اس کی رفتار کا نظریہ پیش کیا۔

یورپ میں پذیرائی: بو علی ابن سینا کے علمی کارناموں کی یورپ نے بہت قدر کی، ان کی کتابوں کو اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا اور پھر یورپ نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ بو علی ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" یورپ کے میڈیکل کالجوں میں صدیوں تک نصاب کا حصہ بنی رہی۔ "القانون" پندرھویں صدی میں سولہ مرتبہ اور سولھویں صدی میں بیس مرتبہ چھپی۔ لاطینی اور فرانسیسی زبان میں بھی اس کتاب کا ترجمہ ہوا۔

شخصیت: بو علی ابن سینا اعلیٰ کردار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے، وہ خاموش طبع اور قناعت پسند تھے، وہ حرص وہوس کو ناپسند کرتے تھے، وہ علم کے ساتھ عمل کو اہمیت دیتے تھے، وہ محنتی اور نظم وضبط کے پابند تھے اور مطالعے کے بے حد شوقین تھے، رات کو مطالعے کے وقت جب اسے نیند آتی تو کچھ پی لیتے تاکہ نیند اڑ جائے۔ ان کا حافظہ بہت قوی تھا، وہ دن رات مطالعے میں غرق رہتے۔ وہ دو مرتبہ وزارت کے عہدے پر بھی فائز رہے لیکن ان کا

اصل میدان علمی کام تھا، اس لیے وہ اس طرف متوجہ رہے۔ امراء وسلاطین کی صحبت سے دور بھاگتے تھے اور عیش وعشرت کی زندگی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ فنِ طب کو انھوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کا ذریعہ بنایا اور اپنے مشاہدے، تجربے ولگن سے لوگوں کا علاج کیا، وہ صرف بارہ برس کی عمر میں ''حکیم حاذِق'' کہلانے لگے۔

وفات: بو علی ابن سینا قولنج کے مرض میں مبتلا تھے۔ جب انھیں احساس ہوا کہ وہ اب زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکیں گے تو انھوں نے سب مال واسباب ضرورتمندوں میں تقسیم کردیا، اپنے غلام کو آزاد کردیا اور ہمہ وقت تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنے لگے۔ انھوں نے ۴ رمضان ۴۲۸ھ بمطابق ۱۰۳۷ء میں انتقال فرمایا۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

• بو علی ابن سینا دنیائے اسلام کے نامور طبیب، مشہور مسلم سائنسدان، بہت سارے علوم وفنون کے ماہر تھے۔ وہ بخارا کے ایک گاؤں افشنہ میں ۹۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۷ء میں انتقال فرما گئے۔ • اس نے اپنی ۵۷ سالہ زندگی میں دینیات، اخلاقیات، سماجیات، طبیعیات، کیمیا، طب اور حیاتیات وغیرہ جیسے علوم وفنون میں کمالِ مہارت حاصل کی۔ • انہوں نے ۱۰۰ کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے ''القانون فی الطب'' اور ''کتاب الشفاء'' کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ وہ صرف ۱۲ سال کی عمر میں ''حکیم حاذق'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے طب کے شعبے کو خدمتِ خلق کی نیت سے اختیار کیا تھا۔ طبِ جدید نے ان ہی بنیادوں پر ترقی کی جو بو علی سینا نے بیان کئے تھے۔ وہ ''الشیخ الرئیس'' کے لقب سے مشہور ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	• بو علی سینا کے اہم علمی کارنامے تحریر کرکے اپنے استاد کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) بو علی ابن سینا کی ولادت کب اور کس گاؤں میں ہوئی؟

(۲) بو علی ابن سینا کا "علم النفس" کا نظریہ کیا تھا؟

(۳) یورپ نے بو علی ابن سینا کے علمی کارناموں کی کس طرح قدر کی؟

(۴) بو علی ابن سینا کی کون سی کتابیں زیادہ مشہور ہوئیں؟

(۵) بو علی ابن سینا کتنی عمر میں حکیم حاذق کے نام سے مشہور ہوئے؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) بو علی ابن سینا دنیائے اسلام کے نامور طبیب اور مشہور .... سائنسدان ہے۔

(۲) بو علی ابن سینا ۱۲سال کی عمر میں .... حاذق کے نام سے مشہور ہوئے۔

(۳) بو علی ابن سینا کے علمی کارناموں کی .... نے بہت قدر کی۔

(۴) بو علی ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" ...... جلدوں پر مشتمل تھی۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) بو علی ابن سینا کا لقب تھا:

(الف) الشیخ۔ (ب) الشیخ الرئیس۔ (ج) المعلم الاول۔ (د) المعلم الثانی۔

(۲) بو علی ابن سینا نے ہی سب سے پہلے علم النفس (سائیکالوجی) کو:

(الف) فنِ طب میں شامل کیا۔ (ب) فنِ کیمیا میں شامل کیا۔

(ج) فنِ حیاتیات میں شامل کیا۔ (د) فنِ طبیعیات میں شامل کیا۔

(۳) بو علی ابن سینا نے جس بیماری میں وفات کی اس کا نام ہے:

(الف) قولنج۔ (ب) تپ دق۔ (ج) سرطان۔ (د) دردِ سر۔

(۴) بو علی ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" مشتمل تھی:

(الف) ۲ جلدوں پر۔ (ب) ۳ جلدوں پر۔ (ج) ۴ جلدوں پر۔ (د) ۵ جلدوں پر

۴- کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ بو علی ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" یورپ کے	تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہنے لگے تھے۔
۲۔ رات کو مطالعے کے وقت جب اسے نیند آتی تو	میڈیکل کالجوں میں صدیوں تک نصاب کا حصہ بنی رہی۔
۳۔ بو علی ابن سینا اعلیٰ کردار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے	کچھ پی لیتے تاکہ نیند اڑ جائے۔
۴۔ بو علی ابن سینا اپنی آخری عمر میں ہر وقت	وہ خاموش طبع اور قناعت پسند تھے۔

۵- درست جملوں کے سامنے ☑ اور غلط جملوں کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

جملے	درست	غلط
۱- بو علی ابن سینا کا لقب "معلم اول" تھا۔		
۲- بو علی ابن سینا کی شہرت کا سبب یہ دو کتابیں تھیں: (۱) القانون فی الطب (۲) کتاب الشفاء۔		
۳- بو علی ابن سینا کا نظریہ تھا کہ چاندی کو سونے میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔		
۴- بو علی ابن سینا دو مرتبہ وزارت کے عہدے پر فائز رہے۔		
۵- بو علی ابن سینا نے ۱۰۳۷ء میں انتقال فرمایا۔		

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کو بو علی ابن سینا کے علمی کارناموں کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
- بو علی ابن سینا کا تعارف اور حصول تعلیم۔
- تصنیفات (کتب) علمی کارنامے۔

۴۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ وطالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی جان کر بیان کر سکیں گے۔
- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وعلمی خدمات کو سمجھ کر وضاحت کر سکیں گے۔
- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنا نام روشن کر سکیں گے اور معاشرے کی اصلاح اور ملک و قوم کی خدمت کر سکیں گے۔

ابتدائی حالات: شاہ ولی اللہ کا نام قطب الدین احمد تھا۔ "ولی اللہ" ان کا لقب تھا جو ان کے والد ہی نے انھیں عطا فرمایا تھا۔ ان کے والد کا نام شاہ عبدالرحیم تھا جو اس زمانے کے بڑے عالمِ دین اور صوفی بزرگ تھے۔ انھوں نے مدرسہ رحیمیہ کے نام سے ایک درس گاہ بھی قائم کی۔ شاہ ولی اللہ ۴ شوال سن ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۷۰۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی اور انھوں نے مدرسہ رحیمیہ ہی سے ۱۵ سال کی عمر میں علم کی تکمیل کی سند حاصل کی۔ پھر انھوں نے مزید تعلیم کے حصول اور حج کی خاطر ۱۷۳۱ء میں حجاز مقدس جانے کا فیصلہ کیا۔ وہاں وہ شیخ ابو طاہر مدنی، وفد اللہ مکی اور تاج الدین القلعی جیسے معروف و مشہور جید علماء کے زیرِ تعلیم وتربیت رہے۔ اس تربیت نے ان کی وسیع النظری اور قابلیت میں مزید اضافہ کر دیا۔ وہ ۱۴ مہینے حجاز میں رہنے کے بعد ۱۷۳۳ء کو دہلی واپس آ گئے اور مدرسہ رحیمیہ کا نظم ونسق سنبھال لیا اور تحقیق وتصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔

شخصیت: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی برصغیر پاک وہند کی وہ عظیم شخصیت ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو سیاسی، ذہنی، فکری اور اخلاقی پستیوں سے نکالنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ شاہ ولی اللہ نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ برصغیر میں مسلمانوں کے انحطاط کا زمانہ تھا، مسلمانوں کی حکومت رو بہ زوال تھی اور مسلمان تباہی کے آخری دہانے پر پہنچ چکے تھے۔ ایسے میں شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ہر ممکن جدوجہد کی اور مسلمانوں کے ملی تشخص کو برقرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔

دینی خدمات: شاہ ولی اللہ کے دور میں مسلمان، دینِ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو یکسر فراموش کرتے جا رہے تھے۔ غلط رسوم و عقائد دینِ اسلام کا حصہ بن رہے تھے، جن کی وجہ سے مسلمان فرقوں میں بٹتے جا رہے تھے۔ شاہ ولی اللہ نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی اور مسلمانوں کو اجتہاد و تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

شاہ ولی اللہ نے محسوس کیا کہ قرآن مجید کی تعلیم سے دوری کی وجہ سے اختلافات زور پکڑ رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ گروہ بندی کا شکار ہو رہے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا خیال تھا کہ اگر مسلمان قرآنی تعلیمات پر توجہ دیں اور ان پر عمل پیرا ہوں تو وہ آپس کے اختلافات سے نجات پا سکتے ہیں۔ اس بات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انھوں نے قرآن پاک کا فارسی زبان میں "فتح الرحمٰن" کے نام سے عام فہم ترجمہ کیا تاکہ مسلمان براہِ راست قرآن کے متن پر غور و فکر کریں۔

آپ نے مسلمانوں کے فقہی اختلافات کو دور کرنے کے لئے ایک رسالہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" لکھا جس میں انھوں نے حدیث اور فقہ کی تاریخ کو مرتب کیا اور فقہی مسائل کا جائزہ لیا اور ان کے حل کے لئے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا۔ آپ نے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ کسی بھی اختلافی مسئلے پر شدت اختیار کرنے سے گریز کیا جائے۔ آپ نے عملاً ایسا کر کے بھی دکھایا۔ آپ کی ان کوششوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلافات کم ہونے لگے اور فرقہ بندیوں کی بھی روک تھام ہوئی۔

آپ نے اس نظریے کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی کہ انسان، انسانوں پر حکمرانی کریں۔ آپ نے واضح کیا کہ حاکمیت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہے۔ انسان، انسانوں کے خادم تو ہو سکتے ہیں حاکم نہیں۔ اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے بندے اس کے نائب اور خلیفہ ہیں اور ان کا کام خدمتِ خلق ہے۔

مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کے لیے جو تحریک شروع کی اس کے اثرات ان کی زندگی ہی میں نظر آنے لگے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں علماء و صلحاء کی ایک جماعت تیار کر لی تھی جو اس کام کو جاری رکھ سکے۔

وفات: علم و دانش کے اس بحر نے ۶۱ سال کی عمر پا کر ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بمطابق ۲۰ اگست ۱۷۶۲ء میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹوں (شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبد الغنی) اور دیگر جانشینوں نے اس مشن کو جاری رکھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں آپ کے حامیوں پر بہت ظلم و ستم روا رکھے تاہم وہ اس تحریک اور اس کے نظریات کو دبا نہ سکے۔ ان کی اسی تحریک کی بدولت مسلمانوں نے اپنا تشخّص برقرار رکھا۔

اس سبق کا خلاصہ یہ ہے کہ

- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۲ صدی ہجری اور ۱۸ صدی عیسوی کے بر صغیر کے بہت بڑے مسلم دانشور اور مفکر تھے۔
- شاہ ولی اللہ نے جس دور میں آنکھ کھولی اس وقت بر صغیر کے مسلمان ذہنی، فکری، دینی، معاشی اور سیاسی حوالے سے انحطاط کا شکار تھے۔ مسلمانوں کی حکومت رو بہ زوال تھی اور مسلمان تباہی کے آخری دہانے پر پہنچ چکے تھے۔
- شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ہر ممکن جد و جہد کی اور مسلمانوں کے مِلّی تشخص کو برقرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کی کمزوریوں کے اسباب دریافت کیے اور ان کے حل کے لیے عملی اقدامات کیے۔
- انھوں نے مسلمانوں کو فکری اور اخلاقی پستیوں سے نکالنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ انھوں نے اپنی گراں قدر تصنیفات چھوڑی ہیں، جو ہر حوالے سے بہترین رہنما اصول فراہم کر رہی ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات	• شاہ ولی اللہ کی شخصیت اور ان کے اہم کارناموں پر مضمون تحریر کرکے اپنے معلم/معلّمہ کو دکھائیں۔

مشق

۱- مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیں۔

(۱) شاہ ولی اللہ کی ولادت کس سن میں ہوئی؟
(۲) شاہ ولی اللہ نے جس دور میں آنکھ کھولی، اس وقت برصغیر میں مسلمانوں کی کیا حالت تھی؟
(۳) شاہ ولی اللہ نے کس عمر میں علم کی تکمیل کی سند حاصل کی؟
(۴) شاہ ولی اللہ نے کس عمر میں مدرسہ رحیمیہ کا نظم و نسق سنبھالا؟

۲- خالی جگہیں پُر کریں۔

(۱) شاہ ولی اللہ نے مزید تعلیم کے حصول اور حج کی خاطر .... میں حجاز مقدس جانے کا فیصلہ کیا۔
(۲) شاہ ولی اللہ نے واضح کیا کہ حاکمیت تو صرف .... کی ذات کو حاصل ہے۔
(۳) شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کو اجتہاد و .... کی طرف توجہ دلائی۔
(۴) آپ نے .... سال کی عمر میں وفات پائی۔

۳- صحیح جواب پر ☑ کا نشان لگائیں۔

(۱) شاہ ولی اللہ کے والد کا نام تھا:

(الف) شاہ عبدالرحیم　　(ب) شاہ عبدالعزیز
(ج) شاہ عبدالقادر　　(د) شاہ عبدالغنی

(۲) شاہ ولی اللہ نے جب مدرسہ رحیمیہ کا نظم و نسق سنبھالا تو ان کی عمر تھی:

(الف) ۲۵ سال۔ (ب) ۳۰ سال۔ (ج) ۳۵ سال۔ (د) ۴۰ سال۔

(۳) شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کا جو فارسی ترجمہ کیا، اس کا نام ہے:

(الف) فتح الرحمٰن۔　　(ب) الہام الرحمٰن۔
(ج) کشف الرحمٰن۔　　(د) ترجمۃ القرآن۔

(۴) شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کے فقہی اختلافات کو دور کرنے کے لیے جو رسالہ لکھا تھا، اس کا نام ہے:

(الف) القول الجمیل۔ (ب) الفوز الکبیر۔

(ج) ازالۃ الخفاء۔ (د) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔

۴۔ کالم-۱ کے الفاظ کو کالم-۲ کے مناسب الفاظ کے ساتھ ملا کر جملے مکمل کریں۔

کالم-۱	کالم-۲
۱۔ شاہ ولی اللہ کا نام قطب الدین احمد تھا۔ ولی اللہ	تاج الدین القلعی جیسے معروف و مشہور جید علماء کے زیر تربیت رہے۔
۲۔ وہ حجاز میں شیخ ابو طاہر مدنی، وفد اللہ مکی اور	تعلیم سے دوری کی وجہ سے اختلافات زور پکڑ رہے ہیں۔
۳۔ شاہ ولی اللہ نے محسوس کیا کہ قرآن مجید کی	ہر ممکن جدوجہد کی۔
۴۔ شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے	ان کا لقب تھا جو ان کے والد ہی نے انھیں عطا فرمایا تھا۔

۵۔ مندرجہ ذیل عبارات مکمل کریں۔

(۱) شاہ ولی اللہ کا نام ....

(۲) شاہ ولی اللہ کے ترجمہ قرآن مجید کا نام ....

(۳) مسلمانوں کے فقہی اختلاف ختم کرنے کے لیے ایک رسالہ جس کا نام ....

(۴) شاہ ولی اللہ نے وفات پائی بمطابق ....

ہدایات برائے اساتذہ

- طلبہ و طالبات کو شاہ ولی اللہ کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔
- مندرجہ ذیل عنوانات پر طلبہ و طالبات سے تفصیلی مضمون تحریر کروائیں:
  - شاہ ولی اللہ کی حالات زندگی۔
  - شاہ ولی اللہ کا پورا نام ابتدائی تعلیم، حجاز مقدس کا سفر، تصنیفات (کتب)۔
  - فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ۔

فرہنگ

باب اول: القرآن الکریم

الفاظ	معنی
تعارف	جان پہچان، واقفیت
الہامی	خدا کی طرف سے دل میں آئی ہوئی
آیۃ الکرسی	جس آیت میں کرسی کا ذکر ہے
حاصلاتِ تعلّم	سیکھنے سے حاصل ہونے والی چیزیں
دَسترس	پہنچ، رسائی

باب دوم: ایمانیات وعبادات

الفاظ	معنی
عقیدہ (ج) عقائد	دل میں جمایا ہوا یقین، ایمان
سَماجی	سماج یا معاشرے سے متعلق
معاشی	روزی اور بسر اوقات کے متعلق
مُحاسبہ	حساب، بازپرس
خندہ پیشانی	خوش مزاجی
منافق	جو بظاہر مسلمان مگر دل سے کافر ہو
میزان	ترازو
فرض	وہ کام جو خدا کے حکم سے ضروری مقرر ہو
رکن (ج) ارکان	ضروری حصہ
تقویٰ	خدا کا خوف، کبیرہ گناہوں سے بچنا
مساوات	برابری
محنت کش	محنت کرنے والا
منسک (ج) مناسک	حج کے ارکان
ہجری	وہ سن جو پیغمبرِ اسلام حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے سے شروع ہوتا ہے۔
عالمگیر	پوری دنیا میں پھیلا ہوا
مقدور	قدرت، حیثیت
صُعُوبَت	سختی، تکلیف
جمرۂ عقبہ	عقبہ: پہاڑی دشوار راستہ
ثَقافت	تہذیب، کلچر
اِحرام	دو سفید چادریں

باب سوم: سیرت طیّبہ

الفاظ	معنی
اُسلُوب	طریقہ، طرز
اُفتاد	مصیبت
جِدّوجُہد	کوشش، محنت
حسب	سلسلہ خاندان، نسل
مجروح	زخمی
تمثیل	تشبیہ دینا
شائستہ	صاف کیا ہوا
خاطر	دل، واسطے

باب چہارم: اخلاق وآداب

الفاظ	معنی
سدِّباب	قطعاً روک دینا
زِرہ	فولاد کا جالی دار کرتہ جو لڑائی میں پہنتے ہیں

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ناطے	رشتے	زہراء	روشن، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب
افتراق	جدائی پیدا کر دینا	تپاک	خندہ پیشانی، بشاشت گرم جوشی
بے خوابی	نیند نہ آنا	عسکر	لشکر، فوج
کم سِن	کم عمر	باب الاسلام	اسلام کا دروازہ
مُفلس و نادار	غریب	نشأۃ ثانیہ	کسی قوم یا ملک کا از سر نو ترقی کرنا
آسودہ	مال دار، امیر		
باب پنجم: ہدایت کے سرچشمے/مشاہیر اسلام			
سرچشمہ	منبع، پانی نکلنے کی جگہ		
مَشہور (ج) مشاہیر	مشہور شخصیتیں		